مغربی پارلیمانی

طریق انتخاب علماء امت کی نظر میں



مصنفین

علماء امت

مکتبہ افکارِ اہلسنّت

ناشر
تحریک احیائے خلافت

فہرست مضامین

صفحہ نمبر

بسم الله الرحمن الرحیم الحمد لله الذی فرض اعانة سلاطین الاسلام علی المسلمین و فضل قریشا بخاتم النبین و سید المرسلین وصلی الله تعالیٰ علیه و علیهم و بارک وسلم الیٰ یوم الدین وعلیٰ اله و صحبه و ابنه وحزبه کل ان و حین اللہ تبارک وتعالیٰ نے نوع بنی آدم کی رشد ہدایت کیلئے کم پیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے۔ان کی قدر ومنزلت رفعت وعظمت بڑھانے کیلئے انہیں اپنی خلافت ونیابت کیلئے منتخب فرمایا۔اوران میں سے نبی آخرالزماں سرورکون ومکاں سیاح لامکاں جناب محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کوخلیفہ اعظم بنایااورخلافت مطلقہ کا تاج وہاج عطا فرمایانبی کریم ﷺ کے ظاہری وصال باکمال کے بعدامت میں امام الاولیاء حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر متمکن ہوئے۔ان کے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ،حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ،حضرت سیدنا علی المرتضیٰ اور حضرت سیدنا حضرت حسن مجتبیٰ نیابت وخلافت مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء کیلئے منتخب ہوئے۔ان نفوس قدسیہ کی خلافت کو خلافت راشدہ علی منہاج النبوۃ سے موسوم کیا جاتا ہے۔

خلافت راشدہ کے بعد کئی سلاطین وبادشاہ ایسے بھی گذرے کے جن کے دورحکومت نے خلافت راشدہ کی یادتازہ کی۔لیکن تاریخ گواہ اسلام ومسلمانوں کے اس طویل عرصہ میں جمہوریت کا کوئی نام ونشان تک نہیں ملتاتو پھر جمہوریت اسلامی کیسے؟برصغیر پاک وہند میں انگریز بدطینت کفر سے لبریز کی آمد سے قبل الیکشن ووٹ کا تصور کہاں تھا؟کون جانتا تھا کہ جمہوریت کس وبا و بلا کا نام ہے۔اسلام میں تونظام حکومت کا تصور دوطرح کا تھا خلافت وملوکیت صدافسوس ان نام نہادوارثان منبرومحراب پرجوآج بھی جمہوریت کے راگ آلاپ رہے۔اور مسلم کش،ایمان کش جمہوریت کومشرف بہ اسلام کرنے کی سعی لاحاصل کررہے ہیں کیاوہ جمہوری نظام حکومت اورووٹنگ کے ذریعے اسلام ونظام خلافت نافذکرلیں گے ۶۵ سال کا

عرصہ دراز گذر چکا کتنے صاحبان جبہ ودستار ووٹ لڑے اسمبلیوں میں گئے۔ وزارتیں اور سیٹیں حاصل کیں۔ جمہوریت کے حامی بنے یوں ہی چل بسے نظام شریعت کا نفاذ تو نہ کرا سکے بلکہ اس کے برعکس جمہوریت لعنتیوں نے شریعت کے خلاف بل پاس کرادیے۔ حضرت علامہ سید محمد جمال الدین کاظمی علیہ الرحمہ متوفی ۱۴۲۰ھ فرماتے ہیں علماء اور مشائخ مغربی جمہوری نظام کے تحت الیکشنوں میں حصہ لے کر کامیابی تو حاصل نہ کر سکے بلکہ اپنے ہاتھوں اسلامی نظام کے نفاذ کی راہ میں بے شمار روکاوٹیں کھڑی کردیں نتیجہ یہ نکلا کہ نظام اسلام کے تعین کے لیے ان کے پاس قوت گویائی بھی باقی نہ رہی علماء مشائخ ان ہی لوگوں (سرمایہ دارو جاگیرداروں) کے آلہ کار کے طور پر استعمال ہوتے رہے چند ٹکوں کی لالچ میں بکے اور گلی گلی ان بدکردار لوگوں کیلئے ووٹ مانگے علماء کو کیا حق پہنچتا تھا کہ وہ غیر اسلامی اور غیر شرعی افعال کی سرپرستی کرتے اور برسرمنبر فساق کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہوتے۔ کیسا یہی ورثۃ الانبیاء کی شان ہے۔ کہ وہ ظالموں اور جابروں اور سماج دشمن عناصر کی وکالت کریں اور طمع ولالچ کی وجہ سے اسلام کو داغدار کریں؟ (اسلام اور عورت کی حکمرانی ص ۳۸۹ مطبوعہ تحریک اسلامی انقلاب کراچی)

نظام شریعت اسوقت تک نافذ نہیں ہوسکتا جب تک جمہوریت کا بت نہیں توڑا جاتا ووٹنگ جو عطیہ انگریز ہے اس سے منہ نہیں موڑا جاتا۔ جمہوری حکومت میں جاکر نفاذ شریعت کا مطالبہ کرنا تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص امریکہ وفرانس سے نظام شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کرے۔ علامہ سید جمال الدین کاظمی علیہ الرحمہ وارثان منبر ومحراب کے متعلق رقمطراز ہیں۔ کہ انہوں نے براہ راست اسلام کا مطالبہ کرنے کی بجائے الیکشنوں میں کامیاب ہوکر اسلامی انقلاب لانے کا پروگرام بنایا لیکن یہ ان کی سراسر خام خیالی تھی نتیجہ کے طور پر ایسی جماعتوں کو مسلسل کئی الیکشنوں میں شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا اور ان کی یہ حکمت عملی سخت ناکامی کا باعث بنی کیونکہ ان کی

حکمت عملی میں ایک زبردست سقم تھا۔ اور وہ یہ کہ انہوں نے طیب و طاہر کو حاصل کرنے کیلئے ناپاک طریقہ اختیار کیا یہ کیسے ممکن ہے کہ کفر کی شاہراہ پر چل کر اسلام کی منزل تک پہنچا جا سکے ناپاک راہیں پاکیزہ مقصد تک نہیں پہنچاتیں پاکیزہ مقاصد کا حصول پاک راہوں پر چل کر ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ (اسلام اور عورت کی حکمرانی ص ۳۸۷ مطبوعہ کراچی)

اے وارثان منبر و محراب صاحبان جبہ و دستار افضل الجهادِ كلمة حق عندَ سلطان جائر کا حق ادا کیجئے الساكت عن الحق فهو شيطان اخرس کا مصداق نہ بنئے جمہوریت کا بت توڑیئے الیکشنوں سے منہ موڑیئے، بے دین بادشاہوں کا ساتھ چھوڑیئے مصطفیٰ کریم علیہ السلام سے تعلق جوڑیئے فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سنیئے سر کو خم کیجئے اور دل و جان سے قبول کیجئے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الا ان الكتاب و السلطان سيفترقان فلا تفارقوا الكتاب الا سيكون عليكم امراء يقضون لانفسهم مالا يقضون لكم ان عصيتموهم قتلوكم و ان اطعتموهم اضلوا كم قالوا يارسول الله صلى الله عليه وسلم كيف نصنع قال كما صنع اصحاب عيسىٰ بن مريم عليه السلام نشروا بالمنا شير و حملوا على الخشب موت فى طاعة الله خير من حياة فى معصية الله سن لو عنقریب اللہ کی کتاب اور بادشاہ جدا ہو جائیں گے۔ پس تم کتاب اللہ سے جدا نہ ہونا۔ خبردار عنقریب تم پر ایسے حاکم مسلط ہوں گے۔ جو اپنے لئے ایسے فیصلے کریں گے جو تمہارے لئے نہیں کریں گے۔ اگر تم ان کی مخالفت کرو گے تو وہ تمہیں قتل کر دیں گے اور اگر ان کے پیچھے چلو گے تو تمہیں گمراہ کر دیں گے۔ صحابہ کرام نے عرض یارسول اللہ ہم اس وقت کا کریں تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تم ایسے کرنا جس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابہ نے کیا تھا۔ کہ وہ آروں سے چیر دیئے گے اور تختہ دار پر لٹکا دیے گئے (سولی پر چڑھا دیئے گے) اللہ تعالیٰ کی

اطاعت میں مرنا بہتر ہے اس زندگی سے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو۔(حلیه الاولیاء باب یزید بن مرثد ج٥ ص ١٦٥ ،مطبوعه دارالکتاب العلمیه بیروت ،اتحاف الخیرة المهرة ج٨ص ٩٨ رقم الحدیث ٧٥٧١،المطالب العالیه ج٤ ص ٣٧٧، جامع الاحادیث للسیوطی ج١ص ٢٥٥، کنز العمال ج٢٤ص ٢٣٧)

آیئے جمہوریت سے نجات حاصل کریں اس خلافت کی بات کریں جس میں قانون خدائی ہوتا ہے نہ کہ مغربی جمہوری اختراعی ہوتا ہے جس قانون میں حاکمیت خدا کا انکار ہو۔ اسکے قریب نہ جایئے۔رب تعالیٰ کی حاکمیت کا انکار کرکے ایمان نہ گنوایئے۔

کیونکہ جمہوریت میں اطاعت اکثریت کی ہوتی ہے(وسیاتی تفصیله ان شاء الله) اسلام میں اطاعت اللہ عزوجل اور اس کے رسول رحمت کی ہوتی ہے۔جمہوریت میں آئین اسمبلی کا ہوتا ہے۔اسلام میں آئین رب تعالیٰ اور اس کے نبی کا ہوتا ہے،اس لئے مفکر اسلام قاطع تہذیب افرنگ علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

تیری حریف ہے یارب سیاست افرنگ مگر ہیں اس کے بچاری فقط امیر و رئیس
بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تونے بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس

امامت کی دو قسمیں (١) امامت صغریٰ (٢) امامت کبریٰ

(١) امامت صغریٰ:۔ یہ نماز پنجگانہ جمعہ وعیدین کی امامت ہے۔

(٢) امامت کبریٰ:۔ اس سے مراد سربراہ مملکت ہے جس کو جمہوری ممالک میں صدر اور غیر جمہوری ممالک میں سلطان اور بادشاہ کہا جاتا ہے۔

(مغربی پارلیمانی طریق انتخاب علماء امت کی نظر میں ص ١٩ مطبوعہ جماعت اہلسنت کراچی)

امامت کبریٰ:(نبی علیہ السلام کی نیابت مطلقہ) کی تعریف ملاحظہ ہو۔فھی ریاسة عامة فی امر الدین و الدنیا خلافة عن النبی وہ ایسی دینی ودنیاوی امور میں ریاست عامہ ہے اور

نبی علیہ السلام کی نیابت ہے (وھکذا فی المسایرۃ ص ۲۴۴ مطبوعہ النوریۃ الرضویۃ لاھور، الدر المختار ص ۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ شاہ عبدالعزیز پرہاروی قدس سرہ القوی متوفی ۱۲۳۹ھ خلافت کے بارے میں فرماتے ہیں۔ **انہ نیابۃ عن صاحب الشریعۃ فی حفظ الدین و سیاسۃ الدنیا** کہ وہ دینی و دنیاوی امور کی حفاظت ونگہبانی میں نبی علیہ السلام کا نائب ہوتا ہے۔ (النبراس ص ۵۱۴ مطبوعہ مئوسسہ الشرف لاھور، شرح المقاصد ج۳ ص۴۶۹ مطبوعہ النوریہ الرضویہ لاھور)

مسلمانوں کیلئے امام وخلیفہ اور سربراہ مملکت کا انتخاب کرنا فرض (کفایہ) وواجب ہے۔ اگر تمام مسلمان امام کا انتخاب نہ کریں گے تو تارک واجب مستحق عقاب ہوں گے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں **ثم الاجماع علی نصیب الامام واجب** پھر امام مقرر کرنے کے واجب ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ (شرح العقائد النسفیۃ ص ۳۵۳ مکتبہ البشریٰ کراچی، تفصیل ملاحظہ ھو تمھید لابی الشکور السالمی ص ۱۵۸ النوریہ الرضویہ لاھور، شرح المواقف ج۸ ص۳۷۶ مطبوعہ النوریہ الرضویہ لاھور، شرح فقہ اکبر ص ۱۴۶ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاھور، مرام الکلام فی عقائد الاسلام ص۲۳۸ مطبوعہ مکتبہ زم زم کراچی، المعتقد فی المنتقد ص۲۳۹ مطبوعہ دار العرفان لاھور)

وجوب امام پردلائل

امام کا مقرر کرنا مسلمانوں پر واجب ہے جو کہ کتاب وسنت اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔ صرف دو دلیلیں حاضر ہیں۔

الدلیل الاول :۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من مات و لیس له امام مات میتة جا هلية جو شخص مرا اور اس کا کوئی امام نہ ہوا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔(اتحاف الخیرة المهرة کتاب الامارة ج ٥ ص ٦٠ المکتبہ الشاملة سعودیہ، اطراف المسند المعتلی ج ٥ ص ٤٣٣ دار الکلم الطیب دمشق، تبصرة الادلة ج ٢ ص ١١٠٤ مطبوعہ المکتبة الازهرية المعتقد فی المعتمد ص ١٨٩ مطبوعہ النوریہ الرضویہ لاهور) معلوم ہوا امام مقرر کرنا ضروری ہے۔

الدلیل الثانی:۔ ولان الامة قد جعلوا اهم المهمات بعد وفات النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حتی قدموه علی الدفن و کذا بعد موت کل امام و لان کثیراً من الواجبات الشرعية يتوقف عليه کما اشار اليه بقوله والمسلمون لابد لهم من امام يقوم بتنفيذ احکامهم و اقامة حدود هم و سد ثغورهم و تجهير جيوشهم و اخذ صدقاتهم و قهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطريق واقامة الجمع والاعياد و قطع المنازعات الواقعه بين العباد و قبول الشهادات القائمة علی الحقوق و تزويج الصغار والصغائر الذين لا اولياء لهم وقسمة الغنائم اس لئے امت نے نصب کو اہم المہمات قرار دیا یہاں تک کہ انہوں نے نصب امام نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی تکفین وتدفین پر بھی مقدم کیا اسی طرح ہر امام کی موت کے بعد (کیا گیا) اس لئے کہ کثیر واجبات شرعیہ اس پر موقوف ہیں۔جیسا کہ مصنف نے اپنے قول سے اشارہ کیا ہے۔مسلمانوں کیلئے ایک امام ضروری ہے جو کہ ان کیلئے اسلامی احکام کا اجراء کرے، (زنا، چوری، قذف وغیرہ کی) حدود قائم کرے، حدود مملکت اسلامیہ کی سرحدوں کی حفاظت کرے اور اسلامی فوجوں کی ضروریات کا انتظام کرے۔مسلمانوں سے زکوۃ وعشر وصول کر کے (غربا مساکین کو دے) چوروں، ڈاکوؤں کی سرکوبی کرے، جمعہ وعیدین کے قیام کا بندوبست کرے لوگوں کے جھگڑے ختم کرے۔جن حقوق پر شہادتیں قائم ہوتیں ہیں انہیں قبول کرے ان نابالغ

لڑکوں ولڑکیوں کا نکاح کرے جن کے اولیاء نہ ہوں اور مال غنیمت تقسیم کرے۔(شرح العقائد النسفیہ ص ۴۵۳ مکتبہ البشریٰ کراچی،نبراس ص ۵۱۳،۵۱۲ مطبوعہ لاہور ،تبصرۃ الادلۃ ص ۱۱۰۳ مطبوعہ المکتبۃ الازھریۃ مصر،المعتمد فی المعتقد ص ۱۸۸ مطبوعہ لاہور)

شرائط خلافت

امام الفقہاء و علامہ علاء الدین حصکفی علیہ رحمۃ القوی الولی متوفی ۱۰۸۸ ھ لکھتے ہیں ویشرط کونہ مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا قادرا قریشاً خلیفہ کیلئے شرط لگائی گئی ہے کہ وہ مسلمان،آزاد،مذکر،عاقل،بالغ،قادر اور قریشی ہو۔

(الدرالمختار ص ۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت،شرح العقائد النسفیۃ ص ۳۶۵ مکتبہ البشریٰ کراچی،شرح فقہ اکبر ص ۱۴۸ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور،الجامع لاحکام للقرطبی ص ۲۰۵ مطبوعہ دار الحدیث قاھرہ۔الیواقیت و الجواھر ج۲ ص ۳۰۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت،شرح المقاصد ج ۳ ص ۴۷۰ مطبوعہ النوریہ الرضویہ لاہور،نبراس ص ۵۱۱ مطبوعہ مؤسسۃ الشرف لاہور)

شرائط سبعہ کی تشریح ملاحظہ ھو

۱۔مسلمان ہونا

اس لئے کہ کافر کیلئے مسلمان پر کوئی ولایت نہیں ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ماجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلاً(سورۃ النساء آیت ۱۴۱ اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔

علامہ شاہ عبدالعزیز پرہاروی علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں **و من ھھنا قالوا یحرم علی**

السلطان ان ینصب العمال من اھل الذمة یہاں پر متکلمین نے فرمایا کہ بادشاہ پر حرام ہے کہ وہ ذمیوں کو گورنر مقرر کرے (نبراس ص ٥٣٦ متو سسه الشرف لاهور)

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے بھی اس کے متن کی تصریح فرمائی ہے۔ (فتاوی رضویه ج١٨ ص ٥٢٤ مطبوعه رضا فائو نڈیشن لاهور)

(۲) آزاد ھو

والعبد مشغول بخدمة الولیٰ مستحقراً فی اعین الناس اس لئے کہ غلام اپنے آقا کی خدمت میں مشغول ہوگا اور لوگوں کی نظر میں حقیر ہوگا۔ لہٰذا غلام خلیفہ نہیں بن سکتا۔ (شرح العقائد ص ١٥٩ مطبوعه مکتبه المیزان لاهور)

(۳) مرد ھو

والنساء ناقصات عقل و دین کیونکہ عورتیں عقل اور دین کے لحاظ سے ناقص ہیں۔ (شرح العقائد ص ٣٦٥ مکتبه البشریٰ کراچی، ص ١٥٩ مطبوعه مکتبه المیزان لاهور)

علامہ عبدالعزیز پرھاروی علیہ الرحمہ الباری متوفی ١٢٣٩ھ اس کے تحت لکھتے ہیں **ان شهادتها نصف شهادة الرجل فذلک من نقصان عقلها و تمکث ایاماً لاتصلی ولا تصوم فذلک من نقصان دینها** بے شک عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف ہے۔ یہ تو اس کی عقل کا نقصان ہے اور کچھ دن (ایام مخصوصہ) وہ روک دی جاتی ہے نہ تو نماز پڑھ سکتی ہے نہ ہی روزہ رکھ سکتی ہے۔ تو یہ اسکے دین کا نقصان ہے۔ (نبراس ص ٥٣٦)

مغربی طرز انتخاب کی ستم ظریفیوں میں ایک یہ بھی ہے کہ اس نے عورت کو میدان سیاست و ریاست میں لا کھڑا کیا پھر مرد و زن کی مساوات، شانہ وبشانہ وباہمی اختلاط کا تصور دے کر اسے رائے دہندہ (ووٹر) کی حیثیت کا حامل بنا دیا۔ کہ وہ صدر و وزیر بھی بن سکتی ہے۔ قوم اسمبلی میں بھی جا سکتی ہے۔ اہل مغرب نے عورت کو آزادی، مساوات اور روشن خیالی کے نام پر جو ایمانیت

وانسانیت کش حقوق دیے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ وہ ملازمتوں، کھیل کود کے میدانوں اور سیر وتفریح کیلئے جائے، کلبوں، سکولوں و کالجوں میں رائج شدہ ملحدانہ تعلیم حاصل کرنے کیلئے جائے۔ رقص و ناچ کی رنگ رنگیلیاں مچائے، بے پردگی و بے باکانہ انداز میں حصار عصمت سے باہر نکل کر ووٹ سٹیشنوں میں ووٹ دینے جائے اور اپنی عزت و عصمت تارتار کرائے۔ یہ مغربی تہذیب کی کرشمہ سازیاں وکارستانیاں ہیں کہ وہ عورت جو پردہ وحجاب کو اپنی عصمت و عفت کا بیش بہا خزانہ وزیور سمجھتی تھی وہی عورت آج مذہب سے آزاد ہوکر اپنے شباب وعریاں، حسن وجمال کے مظاہرہ کو ترقی سمجھتی ہے۔ غیرت وحجاب کی تمام بندشوں کو توڑ کر سینماؤں، تھیٹروں کلبوں، پارکوں ، بازاروں، چوکوں، یونیورسٹیوں، ہسپتالوں، بنکوں، فرینچائزوں، بسوں، ہوٹلوں، سپر مارٹوں، ائیر پورٹوں، چیک پوسٹوں، ٹول پلازوں اور محکمہ پولیس وفوج وغیرہ میں ہوس ونفسانی خواہشات کا شکار نظر آتی ہے۔ تو ایسی طوائف اور دیوث منحوس، ہوس نفسانی کے محبوس، مغربی تہذیب کے دلدادہ واغیار کے کاسہ لیوا حضرات اسلام پر اعتراضات کرتے ہیں۔ کہ اسلام نے عورت کو قیدی بنا دیا۔ دین اسلام عورتوں کی ترقی کیلئے رکاوٹ ہے۔ اور علماء ہمیں پتھر اور دقیانوسی کے زمانے کی طرف لے کر جانا چاہتے ہیں والعیاذ باللہ رب العالمین سلطان الفقراء حضرت علامہ فقیر نور محمد قادری سروری قدس سرہ القوی متوفی ۱۹۶۰ء فرماتے ہیں کہ ”اگر ان کے سامنے مذہب اور اخلاق کا نام لیا جائے تو کہتے ہیں کہ یہ لوگ ہم کو پرانے فرسودہ ودقیانوسی زمانے کی طرف پیچھے دھکیلنا چاہتے ہیں زمانہ بہت آگے بڑھ گیا ہے۔ یہ لوگ عورتوں کی آزادی اور بے پردگی کا بڑا ڈھنڈورا پیٹے رہتے ہیں اور یورپ کے جاہلوں اور بے دینوں کی طرح عورتوں کو محفلوں اور مجلسوں میں مردوں کے دوش بدوش عریاں اور رقصاں دیکھنا چاہتے ہیں اس بے شرمی، بے حیائی اور بے عزتی کو ترقی، آزادی اور تہذیب کا نام دیتے ہیں۔ اے مغرب پرستوں اگر اسی دیوثی کا نام ترقی اور آگے بڑھنا ہے تو یہ آگے بڑھنا تم کو مبارک ہو۔ ہم پیچھے ہی سہی“

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

(عرفان ص ۲۹٤ مطبوعہ نوری روحانی تحریک کراچی)

جو عورت عقل و دین کے اعتبار سے ناقص ہے۔ امامت صغری کی اہلیت سے بھی قاصر ہے۔ وہ کیوں کر سربراہ مملکت بن سکتی ہے؟ اور کیوں کر ووٹ و الیکشن لڑ سکتی ہے؟

حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ **لما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اهل فارس قد ملكوا عليهم بنت كسرىٰ قال لن يفلح قوم ولّوا امرهم امرأة** جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا بنالیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قوم ہرگز فلاح نہ پائے گی جس نے اپنے معاملات میں عورت کو حاکم بنایا (صحیح بخاری شریف ج٦ ص ٤٦١، رقم الحدیث ٤٤٦٣ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، امام ترمذی نے فرمایا هذا حديث صحيح جامع ترمذی ج٤ ص٣٨٣ بیروت، امام حاکم نے فرمایا هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، المستدرک ج٦ ص ٣١١ بیروت، سنن کبریٰ ج٣ ص ٤٦٥ دار الکتب رقم الحدیث ٥٣٩٧ مطبوعہ العلمیة)

(٥،٤) عاقل اور بالغ ہو

اس لئے کہ مجنون عقل میں فتور ہونے کی وجہ سے صلاحیت نہیں رکھتا اور بچے بھی امامت کے اہل نہیں کیونکہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا **تعوذوا بالله من رأس السبعين و امارة الصبيان** (ستر سال کے آخر سے اور بچوں کی حکومت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگوں) (اتحاف الخیرة المهرة، کتاب الفتن ج٨ ص ٤١ رواته ثقات)

(٦) قادر ہو

احکام شرعیہ کا عالم ہو جمہور علماء کے نزدیک اجتہاد کا درجہ رکھتا ہو۔ عدل و انصاف قائم کرنے پر

قدرت رکھتا ہو۔معاملات میں صائب الرائے ہو۔جرأت مند بہادر ہو۔احکام شرعیہ کے نفاذ پر قادر ہو۔زنا، چوری اور تہمت وغیرہ کی حدود قائم کرسکتا ہو۔دار السلام کی حدود کی نگہبانی پر قادر ہو ظالم سے مظلوم کو حق دلا سکے۔(نبراس ص ٥٣٦،٥٣٧)

چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اِقامة حدّ من حدود الله خير من مطر اربعين ليلة في بلاد الله (مشكوة شريف ص ٣١٣،اخرجه ابن ماجه ٢/٨٤٨،رقم الحديث ٢٥٣٧) ''زمین پر ایک حد کا نافذ کرنا چالیس دن کی بارش سے زیادہ بہتر ہے''

(۷)قریشی ہو

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **الائمه من قريش** ائمہ قریش سے ہیں۔(مسند امام احمد ج ٣ ص ١٨٣ المكتب الاسلامي بيروت،المستدرك ج ٤ ص ٧٦ دار الفكر بيروت) بحر العلوم علامہ شاہ عبدالعزیز پرھاروی رحمة الله عليه اس حدیث مبارکہ کے متعلق نقل کرتے ہیں **فانه حديث متواتراً رواه نحو اربعين صحابيا كما في الصواعق المحرقة** اس حدیث کو تقریباً چالیس صحابہ کرام نے روایت کیا ہے۔جیسا کہ(الصواعق المحرقة ص ١٤ مطبوعه مكتبه النوريه الرضويه لاهور،نبراس ص ٥٢٥ (تفصيل ديكهے فتاوىٰ رضويه ج ٢٣ ص ٢٠٩_٢٠٦)جب یہ حدیث متواتر ہے تو متواتر حدیث قطعیت کا فائدہ کرتی ہے۔

خلیفہ و امام منتخب کرنے کے چار اسلامی طریقے

(۱)اھل حل وعقد(مجتہدین دینی ودنیاوی امور کے جاننے والے)علماء قضاۃ وروساء ومعززین جمع ہو کر متذکرہ بالا شرائط کے حامل شخص کے ہاتھ پر بیعت کرلیتے ہیں اور اسے اپنا امام منتخب کرلیتے ہیں۔جیسا کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا انتخاب اس طریقہ کے مطابق ہوا۔(من مجموعة الحواشي البهية ص ١٩٧ ج ١

مطبوعه المكتبه الرشيديه كوئٹه)

(۲) خلیفہ وقت منصب خلافت کے اھل لوگوں کو جمع کر کے ان میں کسی کو اپنی وفات کیوقت خلیفہ مقرر کر دے۔ اور باقی لوگوں کو اس کی اتباع و پیروی کی وصیت کر دے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی الله عنه کا انتخاب اس طریقہ کے مطابق ہوا۔

(۳) خلیفہ وقت خلافت کی شرائط کے حامل افراد کو جمع کر کے ایک شوریٰ نامزد کر دے۔ کہ ان لوگوں میں سے تم جسکو چاہو خلیفہ منتخب کرو۔ حضرت سیدنا عثمان رضی الله عنه کا انتخاب اس طریقہ کے مطابق ہوا۔

(۴) جب خلیفہ وقت فوت ہو جائے تو خلافت کا اہل شخص اپنی خلافت کا خود اعلان کر دے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتخاب اسی طریقہ پر ہوا۔

(تمهيد شريف ص ١٥٩ مكتبه النوريه الرضويه لاهور، الاقتصاد فی الاعتقاد ص ٢٩٤ مطبوعه مكتبه الاحرار مردان ، اليواقيت و الجواهر ص ٤٠٢ دار الكتب العلميه بيروت، شرح المقاصد ج٣ ص ٤٧٠ مطبوعه النوريه الرضويه لاهور ، الجامع لاحكام القرآن ج١ ص ٢٥٤ مطبوعه دار الحديث قاهرة ، شرح فقه اكبر ص ١٤٦ مكتبه رحمانيه لاهور، ازالة الخلفاء ج ١ ص ٥ كراچی ، فتاویٰ رضويه ج ١٤ ص ٢١٧ رضا فائونڈيشن لاهور)

جمھوریت

حق و باطل کی روز اول سے جنگ جاری ہے حق کی دائمی بالادستی، فتح و نصرت اور باطل کی پستی و شکست قدرتی و فطرتی امر ہے، باطل اور طاغوتی قوتوں نے جب بھی پنجہ آزمائی کی تو ہمیشہ کی طرح شکست ہی کھائی کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے **يريدون ليطفؤا نور الله بافواههم والله متمّ نوره و لوْ كرِهَ الكافرون** لیکن اس پرفتن دور کے اندر امت مسلمہ کی

زبوں حالی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ ابلیس کی معنوی ذریت اپنے رجیم ولئیم باپ کے مشن پر چل کر امت مسلمہ کو سیکولر و لادین بنانے پر تلی ہوئی ہے۔ تاسف ہے ان ابنائے زمانہ پر جن کے دل و دماغ فکر نیچریت، مغربی تہذیب سے مرعوب ہیں۔ انہیں بول چال میں انگریزی انداز مرغوب اور لباس و شکل و صورت میں انگریزی اطوار و آداب مطلوب ہیں یہی لوگ افرنگی و ملحدانہ مغربی تعلیم کے زہر سے امت مسلمہ کے قتل میں مصروف ہیں۔

آج کے دور میں حکمران و سیاستدان اپنے مغربی آباء سے سمجھوتا کر چکے ہیں، وکلا و ڈاکٹر شکم پروری میں قارون بن بیٹھے ہیں، کالجوں و یونیورسٹیوں میں مغربی تعلیم تہذیب سیکھنے والے مغربی کے پجاری طلباء کی کھیپ تیار کی جا رہی ہے، مغربی جمہوریت کو مشرف بہ اسلام کرنے کی ناپاک جسارت کی جا رہی ہے، رب رسول سے منہ موڑ کر، قرآن و سنت کو چھوڑ کر، باطل سے ناطہ و تعلق جوڑ کر جمہوریت و افرادی اکثریت کو معیار اسلام قرار دیا جا رہا ہے۔ کیبل، ٹی وی، انٹرنیٹ اور سینما ہال کو تہذیب و کلچر قرار دیا جا رہا ہے۔ رقص و سرور، شراب و کباب، کوٹھی و بنگلہ، سینما و تھیٹر اور کالج و یونیورسٹی کو روشن خیالی و ترقی کا نام دیا جا رہا ہے۔

عدالتوں کچہریوں میں رشوت، فراڈ اور دھوکے بازی کو عدل و انصاف کا نام دیا جا رہا ہے۔ چوری وڈکیتی اور راہزنی و دھنگا فساد کو جرأت و بہادری اور جوانمردی کا نام دیا جا رہا ہے۔ اسلامی نظام خلافت کے خلاف غیر اسلامی جمہوریت کو قوم کی ترقی و فلاح کا ناخدا سمجھا جا رہا ہے۔ کثرت رائے کو معیار حق تصور کیا جا رہا ہے۔ خانقاہوں و آستانوں میں لباس خضر میں ملبوس جہلا کا طبقہ نظر آ رہا ہے۔ سود کی لعنت کو اسلامی بنکاری و بیمہ کا نام دیا جا رہا ہے۔

مسلمانوں کا نظام حکومت خلافت ہے۔ اسی سے ہر مومن کیلئے دنیا و آخرت میں راحت ہے۔ اسلام و خلافت کے اندر اللہ تعالیٰ اور اسکے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہوتی ہے۔ اسلامی خلافت ہی مسلمانوں کے دینی و دنیاوی انتظام کو درست رکھتی ہے۔ اس میں قانون

وآئین اللہ تعالیٰ کا ہے۔اس میں ہر مسلمان مرد وعورت کا بھلا ہوتا ہے۔اس کے برعکس جمہوریت ہے جو کہ سراسر دھوکہ، فراڈ، دجل وفریب اور لادینیت ہے۔جس میں آئین، اسمبلی اور لوگوں کا اختراعی ہوتا ہے۔حقیقتاً اس میں مسلمانوں کی تباہی ہے۔

جمہوری نظام حکومت یہود ونصاریٰ کا کاشتہ وشجرہ خبیثہ، موجودہ دور کا بہت بڑا اور فتنہ ہے۔اس کے بت کے آپ کو لاکھوں بچاری نظر آئیں گے۔کچھ ابنائے زمانہ اسکو خلافت کا حریف بناتے نظر آئیں گے۔

آیئے جمہوریت کی تعریف وپس منظر پڑھیں، سمجھ کر اس سے احتراز کریں۔

جمہوریت کی تعریف

جمہوریت کا لغوی معنی:۔عربی اہل لغت کی آراء کے مطابق جمہوریت کا اصل مادہ اشتقاق ہے (ج،م،ھ،ر) جمہوریت کا لغوی معنی ہے اکثریت ہے، جسے **الحکم الجمھوری**، جمہوری حکومت، عوامی حکومت، اکثریت کی مرضی کی حکومت وریاست جمہوریہ کہتے ہیں۔ (القاموس الوحید ص ۲۸۳ مطبوعه اداره اسلامیات لاهور، و هکذا فی المورد الوسیط ص ۲۰۵ مطبوعه دار الارشاعت کراچی ،فیروز اللغات ۔) عربی زبان میں جمہوریت کو **دیمقراطیسة** کہتے ہیں۔دائرۃ المعارف ص ٥٣٤ مطبوعه لاهور اور انگریزی میں اسکو ڈیموکریسی کہتے ہیں۔

جمہوریت کا اصطلاحی مفہوم

جمہوریت کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ اس سے مراد لوگوں کی آزادانہ رضامندی سے قائم ہونے والی حکومت وریاست ہے۔(مغربی جمہوریت حقیقت اور سراب ص ۱۵ مطبوعه بیت الحکمت لاهور)۔جب یہ (جمہوریت) اپنی اصل کے لحاظ سے یونانی زبان کے الفاظ ڈیماس (لوگ) اور کراتوس (یعنی حاکمیت) سے ماخوذ ہے گویا جمہویت سے مراد لیا

طرز حکومت ہے جس میں بادشاہت اور اشرافیہ کے بالعکس لوگ خود حاکم ہوں۔ (مغربی جمہوریت حقیقت اور سراب ص ۱٦ لاھور)

امریکہ کے سولہویں صدر ابراہم لنکن نے جمہوریت کی یہ تعریف کی ہے

Government of the people,By the people,For the people

یعنی عوام پر عوام کی حکومت عوام کی مرضی سے کرنا (خلافت و جمہوریت ص ۱۹٦ مکتبہ الاسلام لاھور) جمہوریت کی تعریف سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جمہوریت میں حکومت سازی و اجتماعی زندگی کے اندر دین و مذہب کو کوئی دخل نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ذریعے لوگ دین و مذہب سے آزاد ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹر مستفیض علوی نے لکھا ہے۔ آزاد خیالی اور آزاد ثقافت کے پھیلتے ہوئے اثرات نے مذہب کے سیاست پر اثرات کو بزور روک دیا ہے اسی بنیاد پر جدید جمہوریت میں مذہب کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ (مغربی جمہوریت حقیقت اور سراب ص ۱۵۸ بیت الحکمت لاھور)

جمہوریت کی تعریف سے یہ بات مفہوم ہو چکی ہے کہ جمہوریت میں حکومت سازی اور قانون سازی (قانون بنانا) میں دین اسلام (قرآن وسنت خیر الانام) کو چھوڑ کر اکثریت کو معیار قرار دیا جاتا ہے۔ کما لا یحفی علی العاقل ملاحظہ ہو۔ اس کے خیال میں جمہوریت سے مراد دراصل شہریوں کی براہ راست اختیارات میں شرکت ہے۔ **ایڈورڈ مکیز** اس کی رائے کو یوں پیش کرتا ہے۔ کسی عوام جمہوریہ میں جب عوام ہی کا ایک منظم ادارہ اعلیٰ ترین اختیارات کا حامل ہوتا ہے تو وہ جمہوریت کہلاتی ہے۔ (مغربی جمہوریت حقیقت اور سراب ص ۸٤ مطبوعہ بیت الحکمت لاھور)

جمھوری حکومت کا حصول: ۔ جمہوری حکومت کو الیکشن یعنی ووٹ کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔ اور جس میں مسلمان اور کافر، ایمان دار و بے ایمان، ہندو و سکھ، مرزائی و

عیسائی، مرد وعورت، عاقل سلیم الحواس وپاگل ومجنون، عالم وجاہل، متقی وپرہیزگار اور فاسق وفاجر سبھی کو برابر قرار دیا جاتا ہے۔ (کیونکہ ہر ایک کی ووٹ کو دوسرے کی ووٹ کی برابری کا درجہ دیا جاتا ہے۔

شرعی حکم

جمہوریت سراسر دھوکہ وفراڈ، دجل وفریب، صنم اکبر، بہت بڑی لعنت، لادینیت اور اللہ کا عذاب ہے۔ اس کے حصول میں کوشش کرنا اور اسے برقرار رکھنے کیلئے تگ ودو کرنا معاونت علی الظلم والفساد اور حرام کام ہے۔ **ایھا المسلم فافھم ھذاو تامل فیہ ولا تکن من القاصرین الخاسرین۔**

(۱) اسلامی نظام حکومت خلافت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ قانون شریعت مطہرہ کا ہوتا ہے۔ اور بندوں کیلئے اس قانون کو دل وجان سے ماننا ضروری ہوتا ہے۔ روئے زمین کے اندر خلیفہ نائب کی حیثیت سے منصب خلافت پر متمکن ہوکر خود بھی شریعت پر عمل کرتا ہے اور لوگوں کو بھی اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس مغربی جمہوری نظام حکومت میں حاکمیت عوام کی ہوتی ہے جس کو وہ قانون بناتے ہیں وہ ملک کیلئے اور لوگوں کیلئے آئین ودستور بنتا ہے۔ اس کے اندر کے اقتدار وحاکمیت کی باگ ڈور کا اصل مالک عوام کو تصور کیا جاتا ہے۔ حتی کہ قرآن وسنت کا بھی حکم اسوقت تک نافذ نہیں ہوسکتا جب تک کہ اسمبلی اس کو منظور نہ کردے اور یہ قانون قرآنی آیت کا صریح انکار اور کفر ہے۔ جب کہ دور حاضر میں ملک پاکستان کے اندر یہی غیر اسلامی وکافرانہ قانون رائج ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **و من لم یحکم بما انزل اللہ فاؤلئک ھم الکافرون** (سورۃ المائدہ آیت ٤٤) اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔ **و من لم یحکم بما انزل اللہ فاؤلئک ھم الظالمون** (سورۃ المائدہ آیت

٤٥) اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ ظالم ہیں۔ **ومن لم یحکم بما انزل الله فاؤلئک هم الفاسقون** (سورۃ المائدہ آیت ٤٧) اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ فاسق ہیں ان آیات مبارکہ سے یہ حقیقت نصف النہار کی طرح روشن ہوگئی کہ جو شخص یا حاکم اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے بلکہ اس کے خلاف فیصلہ کرے اور اسکا انکار کرے تو وہ کتاب اللہ کی ان نصوص مبارکہ سے کافر ہو جائے گا۔

شارح عقیدہ الطحاویہ علامہ صدر الدین محمدبن علاء الدین علی بن محمد ابن أبی العز الحنفی الآذرعی الصالحی الدمشقی متوفیٰ ٧٩٢ھ اس آیت کی روشنی میں لکھتے ہیں۔ **فانه ان اعتقد أن الحكم بما أنزل الله غير واجب ،وأنه مخير فيه،أو استهان به مع تيقنه أنه حكم الله. :فهذا كفر اكبروان اعتقد وجوب الحكم بما أنزل الله .وعلمه فى هذه الواقعة ،و عدل عنه مع اعترافه بأنه مستحق للعقوبةفهذا عاص و يسمى كافراً كفراًمجازاً،او كفرا أصغر** اگر حاکم کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق فیصلہ کرنا کوئی ضروری نہیں اور میں اس کے اندر آزاد ہوں یا وہ حکمران اللہ تعالیٰ کے قانون کو حقیر جانے (یا توہین) کرے اور اگر چہ اس کو یہ معلوم ہے کہ یہ حکم اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہے تو ایسی صورت میں یہ شخص حاکم (ہو یا قاضی) کافر ہو جائے گا اور یہ عقیدہ کفریہ ہے۔ اور اگر حاکم کا یہ اعتقاد ہو کہ اللہ کے نازل کردہ حکم پر حکم کرنا (فیصلہ کرنا) واجب ہے۔ لیکن کسی وجہ سے وہ اس حکم سے انحراف کرتا ہے باوجود یہ کہ اپنے آپ کو گنہگار و مستحق عقاب ہونے کا اعتراف کرتا ہے تو یہ شخص عاصی (فاسق وظالم) ہے اور اس پر کفر کا حکم مجازاً ہوگا۔ (شرح العقیدۃ الطحاویۃ ص ٣٢٣۔٣٢٤ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(٢) اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا **فلا و ربک لا یؤمنون حتیٰ**

یحکموک فیما شجر بینھم (سورۃ النساء آیت ٦٥) "تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں"
معلوم ہوا حکمرانوں، قاضیوں کو شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلے کرنے چاہیے۔ اور جو لوگ شریعت مطہرہ اور نبی علیہ السلام کے فیصلوں پر راضی نہیں ہوتے وہ مومن نہیں ہیں۔ حضور نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والو، حضور کی محبت کا دم بھرنے والو ذرا سوچیے تو سہی کہ کیا ہمارے ملک میں فیصلہ قرآن وسنت یعنی شریعت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام کے مطابق ہو رہے ہیں یا نہیں؟ کیا یہاں گستاخ رسول کو قتل کیا جاتا ہے یا اسے کامیابی کے تمغے دیے جاتے ہیں۔ یہاں جان بوجھ کر قتل ناحق کرنے والے کو قصاصاً قتل کیا جاتا ہے یا اسے جرأت و بہادری کا ایوارڈ دیا جاتا ہے۔؟

کیا یہاں غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے اور شادی شدہ کو سنگسار کیا جاتا ہے؟ یا زنا کے اڈوں (چکلوں وغیرہ) کی حفاظت کی جاتی ہے۔؟ کیا ادھر شرابی کو کوڑے لگائے ہیں یا میخانوں کو تحفظ دیا جاتا ہے؟ حکمرانوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ کب تک شریعت کی خلاف ورزی کرتے رہیں گے، کیا انہوں نے جان نہیں دینی؟ یہ دنیا تو فانی ہے کل وہ رب تعالیٰ کے ہاں کیا جواب دیں گے؟ اے گروہ علماء وارثان منبر ومحراب ایک نہ ایک دن مرنا بھی ہے تو قبر وحشر میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھ لیا کہ شریعت کے خلاف جمہوری قانون چلتا رہا تو کیا تم نے اسکا خاتمہ کیا یا اسکی حمایت کی؟

(۳) جمہوریت کی تیسری بڑی خرابی یہ ہے کہ اس میں غیر مسلم ہندو، عیسائی، یہودی حاکم وقاضی گورنر بن سکتے ہیں یہ لادینیت اور قرآنی آیات سے مکابرہ ہے۔

اس حقیقت کی نقاب کشائی کرتے ہوئے علامہ سید جمال الدین شاہ کاظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ کیا ہمارے ملک میں فیصلے قرآن کے مطابق ہو رہے ہیں فیصلے تو کجا یہاں تو فیصلے

کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد کفار پر مشتمل ہے کتنے ہندو، عیسائی وغیرہ اس ملک میں سول جج سیشن جج اور مجسٹریٹ بنے ہوئے ہیں کیا یہی اسلام کے قاضی ہیں اور ملک میں اسلامی نظام نافذ نہ ہونے کی بڑی دلیل نہیں۔جس قانون کو نافذ کرنے والے اس کے منکر ہوں اور جس قانون کے محافظ اس کے ازلی دشمن ہوں کیا وہ قانون یا آئین نافذ ہوسکتا ہے۔کیا یہ کذب صریح نہیں؟

(اسلام اور عورت کی حکمرانی ،علامہ سید محمد جمال الدین کاظمی علیہ الرحمہ مطبوعہ تحریک اسلامی انقلاب پاکستان) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔ **ولن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا** (سورۃ النساء آیت ۱۴۱) اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کافروں کو مسلمانوں پر کوئی ولایت وحاکمیت حاصل نہیں تو جب درجنوں آیات کے اندر مسلمانوں کو کفار سے موالات ودوستی سے منع کردیا گیا تو پھر ملک پاکستان کے اندر کافروں کو جج، قاضی وگورنر بنانا کفار سے موالات ودوستی نہیں تو اور کیا ہے۔کیا یہ اس قرآنی نص صریح کا انکار نہیں؟موجودہ جمہوریت ایک ایسی لعنت ہے۔جس نے مومن وکافر، عابد وفاسق کا فرق مٹادیا،

مفکر اسلام مغرب شناس علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

زمن دہ اہل مغرب را پیامے که جمہور است تیغ بے نیامے

چہ شمشیرے کہ جانہامے ستاند تمیز مسلم و کافر نہ داند

یعنی اہل مغرب کو میری طرف سے یہ پیغام دو کہ جمہوریت ایک بے نیام تلوار ہے۔ایسی عجیب تلوار ہے جو انسانی جانوں کو لیتی ہے اور کافر ومسلم کا کوئی فرق نہیں جانتی۔

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام چہرہ روشن،اندروں چنگیز سے تاریک تر

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ کوئی کافر مسلمانوں کا حاکم نہیں بن سکتا چنانچہ علامہ قاضی عیاض مالکی قدس سرہ القوی متوفی ۵۴۴ھ

فرماتے ہیں۔علماء کا اس پر اجماع ہے کہ کافر کی امارت وخلافت صحیح نہیں ہے اگر کوئی مسلمانوں کا حکمران کافر و مرتد ہو جائے تو وہ فوراً معزول کر دیا جائے گا۔اور جو بادشاہ نماز قائم کرنے کا اہتمام نہیں کرتا تو وہ بادشاہ بھی معزول کر دیا جائے۔(شرح المسلم للنووی ج۱ ص۲۲۹ مطبوعہ بیروت)

جمہوریت ایک بدعت ہے۔

تاریخ اسلام کے اوراق کی عرق ریزی کی جائے تو ہر صاحب عقل وشعور پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی۔کہ اسلام کا اصل معیار قرآن وسنت ہے نہ کہ جمہوریت تو پھر جمہوریت لادینیت الحاد ہونے کے ساتھ بدعت سیئہ بھی ہوئی۔تو اے مدعیان توحید وسنت کے جھوٹے دعویدار وتم بدعت سیئہ سے کیوں اجتناب واحتراز نہیں کرتے؟ کیا خلافت راشدہ علی منہاج النبوۃ کے تیس سالہ دور مبارک میں ووٹ و جمہوریت موجود تھے؟ کیا قرون ثلاثہ کے بعد کے سلاطین اسلام کے ادوار میں جمہوریت و ووٹنگ تھے؟ یقیناً نہیں تھے تو پھر تم اور تمہاری ذریت خبیثہ اس بدعت سیئہ میں کیوں ملوث ہے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ذیشان تمہیں بھول گیا کہ ایاکم و محدثات الامور (تم نئے نئے کاموں سے بچو)

جمہوری سلطنت قائم کرنا حرام ہے۔

ناصر الاسلام و المسلمین غیظ المنافقین **شیر بیشہ اہلسنت** مظہر اعلی حضرت ابو الفتح عبید الرضا حضرت علامہ محمد حشمت علی خان صاحب قادری رضوی قدس سرہ القوی متوفی ۱۳۸۰ھ تحریر فرماتے ہیں **اولاً** جمہوری سلطنت قائم کرنے کی کوشش کرنا جس میں کفار ومشرکین ومرتدین پوری طرح آزاد وخودسر ہوں شرعاً حرام ہے۔**ثانیاً** ایسی سلطنت جمہوریہ قائم کرنے کی سعی کرنا جس کی کونسل میں کفار ومشرکین ومرتدین کے بھی ممبر ہوں درحقیقت کفار ومشرکین ومرتدین کو بھی حکومت میں حصہ دار ٹھہرانا ان کو بھی حاکم بنانا ہے یہ

بھی حرام ہے۔ الجوابات السنیه علی زهاء السوالات اليگيّه ص ۳ (مطبوعہ مطبع سلطانی پیر ولین بمبئی)

جمہوریت اللہ تعالیٰ کا عذاب اور لعنت ہے

جمہوریت لادینیت مبنی بر شرک فی الطاعت ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا عذاب اور لعنت ہے جس سے بچنا ہر مسلمان ومومن کیلئے از حد ضروری ہے۔ حکیم الامت مفسر قرآن مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ متوفی ۱۳۹۱ھ رقمطراز ہیں۔ کہ مروجہ نظام جمہوریت اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔ (مرآۃ شرح مشکوۃ ج ۵ ص ۳۶۷ مطبوعہ قادری پبلیشرز لاہور) دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ محض جمہوریت لعنت ہے (مرآۃ شرح مشکوۃ ج ۸ ص ۲۵۸)

جمہوریت ایک شجرہ خبیثہ ہے۔

شارح مکتوبات ابوالبیان علامہ محمد سعید احمد مجددی صاحب کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔ ہمارے ملک میں مغربی طرز انتخاب کی بجائے اسلامی طرز انتخاب رائج ہونا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

موجودہ طریقہ انتخاب مغربی جمہوریت کا شجرہ خبیثہ ہے۔ جو انتہائی غلط اور بوگس ہونے کے ساتھ ساتھ سرمایہ دار طبقے کا کھیل ہے۔ جس میں ضمیر خریدے جاتے ہیں۔ آراء فروخت ہوتی ہیں اور غریبوں کا استحصال ہوتا ہے۔

جمہوریت اک طرز حکومت ہے جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

ووٹ کی شرعی حیثیت

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے خلیفہ وامام مقرر کرنے کیلئے امت کو چار طریقہ انتخابات دیئے ہیں۔ (کما مر ذکرہ) جبکہ مغربی جمہوریت نے اپنی اولاد کو صدر وزیر وغیرہ منتخب کرنے کیلئے ووٹنگ کا طریقہ دیا ہے۔ جسکا ذکر قرآن وحدیث، قرون ثلاثہ اور پوری تاریخ اسلام کے اندر کہیں بھی نہیں ملتا اور اس کے اندر مومن وکافر، عالم وجاہل، شریف وفراڈی سب کو برابر قرار دیا جاتا

ہے جو کہ غیر اسلامی طریقہ انتخاب اور بدعت وحرام ہے

مسلمان اس سے بچیں اور نظام خلافت ونظام شریعت کے نفاذ کیلئے کوشش کریں۔

ووٹ کا لغوی معنی ہے رائے، کسی معاملے کے فیصلے کیلئے رائے دینا(فیروز اللغات) اسلام نے ہر کس وناکس کو رائے دینے کا اختیار نہیں دیا بلکہ وہ صرف اصحاب الرائے حضرات اھل حل وعقد و عادل حضرات ہیں۔

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۵۰ھ صاحب الرائے کیلئے شرائط بیان فرماتے ہیں۔

(۱) کہ انتخاب کرنے والے عادل ہوں (فرائض پر عمل کرنے والے محرمات سے بچنے والے ہوں)

(۲) ان کو اس قدر علم ہو کہ استحقاق خلافت کی کیا شرائط ہیں۔ کون شخص منصب کا اھل اور کون نہیں۔(۳) وہ صحیح رائے اور حسن تدبیر کے حامل ہوں تا کہ وہ صحیح تر اور موزوں تر شخص کو منتخب کر سکیں۔(الاحکام السلطانیہ ص۶ مطبعة المصطفی البانی مصر)

ووٹ کے رد کی دلیل اوّل

ووٹ کی خرابیوں میں سے سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ مغربی جمہوری و یہودی اور کافرانہ نظام حکومت کو تقویت ملتی ہے۔ قانون ضابطہ یہ ہے کہ جو چیز حرام ہو اس کے دواعی بھی ناجائز وحرام ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔(الجوهرة النيرة ص ۷۰ ج ۳ و باقی الکتب الفقه الحنفيه المعتمده) لہٰذا جب مغربی جمہوریت بدعت وحرام غیر اسلامی نظام حکومت ہے پھر ووٹ کہ جس کے ذریعہ اس نظام کو تقویت ملتی ہے وہ بھی ناجائز وحرام غیر اسلامی ہوگا۔

ووٹ میں چند بڑی خرابیاں

(۱) جمہوریت نے تمام ووٹروں کی یکساں قیمت قرار دی ہے جب کہ اسلام نے انسانوں کی درجہ

بندی کی ہے اور لوگوں کے مختلف مراتب مقرر فرمائے۔ جو متقی و پرہیز گار ہے وہ باقی لوگوں سے افضل ہے۔ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (سورۃ الحجرات آیت ۱۳) بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جوتم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ جبکہ جمہوریت میں چھوٹے بڑے نیک وبد کردار مومن و کافر فجار کی رائے کو یکساں قرار دیا ہے، جبکہ یہ نظریہ قرآنی آیات کے صریح خلاف ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا اَفمن کان مؤمناً کمن کان فاسقاً لا یستوٗن (سورۃ سجدہ آیت ۱۸) "تو کیا جو ایمان والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو بے حکم ہے؟ یہ برابر نہیں"

(۲) اسی طرح عالم و جاھل کو ووٹ میں برابر قرار دیا جاتا ہے یہ نظریہ بھی قرآنی آیت کے انکار پر مبنی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ قل ھل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان (سورۃ الزمر آیت ۹)

(۳) جمہوریت کا تصور اکثریت قرآن وسنت کے بالکل منافی ہے۔ لہٰذا ووٹوں، اسمبلی، قانون سازی وغیرہ میں ووٹوں کی اکثریت کو معیار قرار دیا۔ اور اکثریت ہی کی بنا پر ٹھیک وغلط ہونے کا فیصلہ دیا ہے۔ یہ بالکل باطل وغلط ہے قرآن وسنت میں اکثریت کی حکمرانی کا کہیں بھی ذکر نہیں ملتا، بلکہ درجنوں آیات مبارکہ میں اکثریت کو ظالم و فاسق، ضالّ و مضلّ اور جاہل وغیرہ قرار دیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے وان تطع اکثر من فی الارض یضلّوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظنّ وان ھم الا یخرصون ٥(سورۃ الانعام آیت ۱۱۶)۔"اور اے سننے والے! زمین میں اکثر وہ ہیں کہ تو ان کے کہے پر چلے تو تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں: وہ صرف گمان کے پیچھے ہیں اور نری اٹکلیں (فضول اندازے) دوڑاتے ہیں"۔

ووٹوں کی اکثریت حاصل کرنے الیکشن لڑنے اور پارٹیاں بنانے کا رد کرتے ہوئے مفکر اسلام

نباض قوم علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
الیکشن ممبری کونسل صدارت بنائے ہیں خوب آزادی کے پھندے
میاں نجار بھی چھیلے گئے ساتھ نہایت تیز ہیں یورپ کے رندے

ووٹ دینا شرعاً جائز نہیں

شارح بخاری فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہ القوی متوفی ۱۴۲۱ھ فرماتے ہیں

اگر پارٹیوں کے منشور کو دیکھا جائے تو از روئے شرع کسی پارٹی کو ووٹ دینا جائز نہ ہو گا۔(فتاویٰ شارح بخاری ج۲ ص ۳۶۵ مطبوعہ مکتبہ برکات المدینہ کراچی)

مرکز اهل سنت بریلی شریف کا فتوی

''موجودہ دور میں امراؤ سلاطین کے انتخاب میں عوام کے ووٹنگ کا تصور اسلامی نقطہ نظر سے صحیح نہیں ہے چونکہ امراؤ سلاطین بعض فاسق و فاجر بیشتر کفار و مرتدین ہیں اور voting نئے ایجادات میں سے ہے البتہ اسلام میں قرع اندازی ہے مثلاً چند آدمی امامت کے اہل ہیں۔اور سب برابر ہیں تو وہاں بحسب فرمودات فقہاء و علماء قرع اندازی کر کے امام منتخب کرلیں گے اور وہاں Concept of Voting نہیں ہوتا ہے اور عوام سے رائے بھی نہیں لی جاتی ہے اور موجودہ جمہوریت اسلام کش ہے کہ اس کا معنی سیکولرزم ہے جو انگریزی ڈکشنری کے مطابق لادینیت ہے (فتاویٰ بریلی شریف ص ۴۲۱ مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

اسلامی نظام کا نفاذ کیسے ممکن هے۔

اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے مروجہ الیکشنوں اور نظام کو دوٹوک الفاظ میں مسترد کر کے اسلامی نظام کی جدوجہد شروع کرنی ہوگی۔خواہ اس کے لیے کتنی قربانیاں ہی کیوں نہ دینی

پڑیں جب تک علماء ومشائخ قربانیاں دینے کیلئے تیار نہیں ہوتے اسلام کا نفاذ ناممکن ہے اسلام کسی کی مرضی اور اجازت کا محتاج نہیں بلکہ اس کو نافذ کرنا مسلمانوں کی اولین دینی ذمہ داری ہے جس سے کوتاہی، کفر، ظلم اور فسق کو مستلزم ہے جو شخص اسلامی نظام کے نفاذ کو تسلیم کرتا ہے۔ وہ مسلمان ہے جو اس کا منکر ہے۔ وہ حدود اسلام سے خارج ہے لہٰذا ایسے لوگوں سے رواداری کا تصور ہی گمراہی اور ضلالت ہے۔ (اسلام اور عورت کی حکمرانی از سید جمال الدین کاظمی علیہ الرحمہ ص ۴۰۰)

یاد رہے کہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے مؤثر ذرائع اختیار کرنا ضروری ہے۔ جن کے ذریعہ اسلامی نظام کا نفاذ یقینی بن جائے لیکن مروجہ طریقہ انتخاب جس کو چالیس (موجودہ ۶۵) سال سے بار بار آزمایا جا چکا ہے اور اس کے ذریعہ آج تک اسلامی نظام نافذ نہیں ہو سکا اسی کو ذریعہ بنائے رکھنا عقلاً بھی باطل ہے کیوں کہ یہ انتخابات خرابیوں کا مجموعہ ہیں بیشمار ناجائز کام ان میں پائے جاتے ہیں۔ اسلام نے کبھی بھی ہر کس وناکس کو ووٹ کا حق نہیں دیا۔ بلکہ کبھی بھی عمومی انتخابات نہیں ہوئے۔۔۔۔ کچھ لوگ ناسمجھی سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ بیعت اور ووٹ ایک ہی چیز ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کیوں کہ ہر ووٹر کو اپنی رائے دینے کا اختیار ہوتا ہے اور وہ کسی فرد کو منظور یا مسترد کر سکتا ہے۔ جس طرح آج کل کے ووٹوں میں ہر ووٹر کو اختیار حاصل ہوتا ہے۔۔۔۔ بلکہ اھل الرائے کے اتفاق کے بعد تمام لوگوں کو خلیفہ کی بیعت کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص بیعت نہیں کرتا وہ گناہ گار ہوتا ہے۔ پھر عمومی بیعت بالواسطہ یا بلاواسطہ تمام رعایا سے لی جاتی ہے۔ اور انکار کی کسی کو اجازت نہیں ہوتی۔ بیعت علی الاعلان ہوتی ہے۔ جب کہ ووٹ خفیہ استعمال ہوتا ہے۔ کسی منتخب ہونے والے کے خلاف ووٹ استعمال کرنے والا آئندہ اس کی مدت عہدہ مکمل ہونے تک اس کی مخالفت پر کمربستہ رہتا ہے۔ لیکن بیعت میں اس قسم کا کوئی جواز نہیں۔ ایسی صورت میں کیا ووٹ اور بیعت میں واضح فرق ہے یا نہیں۔ اتنے عظیم فرق سے آنکھیں موند لینا

کہاں کی دیانت ہے۔(مغربی پارلیمانی طریق انتخاب علماء امت کی نظر میں ، سید محمد جمال الدین کاظمی ص ۱۴۹ مطبوعہ جماعت اہلسنت کراچی)

معزز قارئین حضرات! آپ کے ہاتھ میں جو کتاب ''مغربی پارلیمانی طریق انتخاب علماء امت کی نظر میں'' ہے اس کتاب کو پہلی مرتبہ جماعت اہلسنت کراچی نے شائع کیا اب دوبارہ کتاب ہذا کو کافی دوستوں کے اصرار پر شائع کیا جارہا ہے۔بندہ نے قبلہ استاذی المکرم شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ قاضی مفتی محمد طیب ارشد صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے عرض کیا کہ کافی دوستوں کا اصرار ہے کہ مغربی پارلیمانی نظام وانتخاب کے رد میں کوئی کتاب ہونی چاہیے،تاکہ امت مسلمہ کو اس فتنے کے متعلق آگاہ کیا جائے تو آپ نے فرمایا میں نے ۱۹۸۸ء کے اندر موجودہ مروجہ غیر اسلامی نظام انتخاب کے رد میں ایک فتوی لکھا تھا۔آپ وہ شائع کردیں۔جسکو حضرت علامہ مولانا پیر سید محمد جمال الدین کاظمی علیہ الرحمہ نے علماء امت کے مجموعہ فتاوی میں شائع کرایا تھا۔مذکورہ کتاب میں قبلہ استاذی المکرم کے فتوی کے ساتھ ساتھ اور علماء امت کے فتاوی بلفظہ مع سوالنامہ کے شائع کیے جارہے ہیں۔

قارئین کو کہیں بھی کوئی سقم نظر آئے تو وہ ضرور مطلع کریں۔تاکہ آئندہ طباعت میں اسکی تصحیح کردی جائے۔اللہ تعالی حضرت استاذی المکرم کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم ودائم فرمائے۔اوررسالہ ہذا کی طباعت میں معاونت کرنے والوں کو دارین کی کامیابیاں عطا فرمائے فقیر کے والدین کی بخشش ومغفرت فرمائے۔اور بندہ کی ادنی سی کاوش کو اپنی اور اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا وخوشنودی کا ذریعہ بنائے۔امین بحرمة طه و یس

کتبه العبد الفقیر الی ربه القدیر الغنی

الحافظ محمد داؤد الرضوی غفرلهٗ ربّه القوی الولی

۲۴ جمادی الاخری ۱۴۳۴ھ

استفتاء

(۱) کیا اس وقت پاکستان میں اسلامی آئین نافذ ہے یا نہیں؟

(۲) اسلامی آئین کے نفاذ کی شرعی حیثیت اور ضرورت کیا ہے؟

(۳) اگر کسی ملک میں اسلامی آئین نافذ نہیں تو اس ملک کے عوام اور علماء مشائخ پر از روئے شرع کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے نیز اس ذمہ داری سے عہدہ برآنہ ہونے کی صورت میں ان کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

(۴) اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جدو جہد اور تحریک چلانا کس قدر ضروری ہے یا نہیں اور اس جدو جہد میں مجروح یا مر جانے والے کا شرعی حکم کیا ہے؟

(۵) اگر کسی اسلامی ملک کا سربراہ اسلامی آئین نافذ نہیں کرتا تو اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے نیز اس سے تعاون یا اس کی مخالفت کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟

(۶) کیا مروجہ انتخاب اسلامی ہے یا نہیں اس میں امیدوار اپنے آپ کو عہدہ کے لئے پیش کرتا ہے اپنی کامیابی کے لئے مہم چلاتا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے دھاندلی، جعلی ووٹنگ ووٹوں کی خرید و فروخت نتائج کی تبدیلی جیسے امور سے کام لیتا ہے نیز اسلامی طریقہ انتخاب کیا ہے۔

از محمد زمان ماری پور روڈ، کراچی

مولانا مفتی محمد رفیق الحسنی صاحب

مہتمم گلزار حبیب کراچی •

الجواب: یہ بات اظہر من الشمس ہے اور دور حاضر کے سربراہ نے تسلیم بھی کیا ہے کہ اس وقت اسلامی آئین نافذ نہیں ہے۔ بلکہ رومی آئین ہے عدالتیں اسی آئین کے قوانین کے مطابق فیصلے کرتی ہیں وفاقی شرعی عدالت یا نظام زکوۃ جیسے امور کو اسلامی آئین کے نفاذ سے تعبیر کرنا اس مقدس آئین سے مذاق ہے اور عوام اور خالق کائنات سے بدعہدی کے ساتھ ساتھ دجل و مکر وفریب ہے اللہ خیر الماکرین۔

(۲) اسلامی آئین کا نفاذ فرض عین ہے اس کا ترک استخفافا واستحقارا کفر ہے اور کاہلی اور عذر غیر شرعی کی صورت میں گناہ کبیرہ اور ظلم ہے۔

(۳) اگر اسلامی ملک میں اسلامی آئین نافذ نہ ہو تو ملک کے عوام علماء مشائخ سب پر حسب استطاعت اسلامی آئین کے نفاذ کے لئے سعی اور کوشش واجب ہے۔ شرعی حدود میں رہتے ہوئے ہر وہ طریقہ کار اور عمل واجب ہے جس سے اسلامی آئین کا نفاذ ممکن ہو سکے۔ اگر عوام مشائخ اور علماء اپنی ذمہ داری ادا نہیں کرتے تو تارک الواجب ہونے کی وجہ سے گناہ گار ہیں انہیں اللہ تعالی سے توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی آئین کے نفاذ کے لئے مساعی اور حسب حال کوششیں شروع کرنا ضروری ہے۔

(۴) اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے تحریک اور ہر ایسی جدوجہد جو کہ شرعی حدود میں ہو میں شریک ہونے والے مجاہد ہیں ایسی جدوجہد میں مرجانے والے شہید ہوں گے۔ اور ایسی تحریک جس کی بنیاد "**من رای منکم فلیغیر بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذالک**

اضعف الایمان او کما

قال..........ہو فرض ہے۔

(۵) ایسے سربراہ اور حاکم وقت کی اطاعت واجب نہیں ہے۔اس کے ساتھ **"تعاون علی الاطلاق تعاون علی الاثم"** ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے بلکہ ایسی کوششیں ضروری ہیں جن سے وقت کا سربراہ اسلامی آئین نافذ کرنے پر مجبور ہو جائے۔

(۶) پاکستان میں مروجہ طریق انتخاب یقیناً غیر اسلامی ہے۔اسلامی طریق انتخاب اہل الرای وتقوی کا انتخاب ہے۔جیسے حضرت خلفاء راشدین کے دور عمل کیا گیا ہر فاسق وفاجر کو اسلامی امیر کے انتخاب کے لئے حق رائے دہی دینا ممنوع ہے۔(واللہ تعالی اعلم)

محمد رفیق حسنی عفی عنہ

جناب مولانا مفتی محمد طیب ارشد صاحب

سابق مفتی قمر العلوم کراچی

کیا اس وقت پاکستان میں اسلامی آئین نافذ ہے یا کہ نہیں؟

"نحمدک یا من شرح صدورنا ونور قلوبنا بالعلم والعرفان والصلوۃ والسلام علی من اوتی لکل شیء التبیان وعلی آلہ واصحابہ الذین بشروا بالمغفرۃ والاحسان" امابعد

مقدمہ اولی در اصطلاحات

جملہ شقوں کے بالترتیب جوابات درج کرنے سے پہلے چند تمہیدی مقدمات' چند اصطلاحات کا ذکر ضروری ہے۔

آئین۔ دستور۔ قانون اصول اور تدوین، نفاذ

دستور اور آئین کسی ملک کی وہ اساس ہوتی ہے جس پر نظام حکومت کی پوری عمارت قائم ہوتی ہے۔ لہذا ملک کی تعمیر وترقی۔ استحکام۔ خوشحالی۔ باشندوں کی معاشرت۔ معیشت۔ صنعت وحرفت۔ امن وامان اور امور داخلی وخارجی کے لئے جو خطوط متعین کئے جائیں ان کی تعیین کو تدوین اور ان خطوط کے مجموعہ کو آئین دستور کہتے ہیں۔ ان خطوط کی روشنی میں مقاصد حکومت کے حصول کے جو طرق مقرر کئے جائیں ان کے تقرر کو نفاذ اور ان کو طرق اصول، قوانین کہا جاتا ہے۔ تقسیم ہند کے بعد (عبوری آئین کے علاوہ) تین مرتبہ (۱۹۵۶ء۔ ۱۹۶۲ھ۔ ۱۹۷۳ء) میں آئین سازی ہوئی اس حد تک تو تینوں آئین۔ دساتیر خوشنما، دلآویز ہیں کہ قرارداد مقاصد (مارچ ۱۹۴۹ء کو ہر آئین کا دیباچہ ٹھہرا کر اللہ کے لئے کل کائنات کی حاکمیت اعلیٰ اور اس کی مقرر کردہ

حدود میں اقتدار۔ اختیار کے استعمال کا اقرار کیا گیا۔ لیکن شومی قسمت کہ قوم کو اسلامی آئین نصیب نہ ہوا۔ مقننہ (قانون ساز ادارہ) کے ارکان عموماً وہ لوگ ہوتے رہے ہیں جو قوانین اسلام کے ماخذ (قرآن حکیم) (حدیث شریف۔ اجماع۔ قیاس) سے طرق استنباط، استخراج کے ماہر نہیں ہوتے طرفہ یہ کہ قانون سازی مغربی جمہوری طریق کار (برطانوی طرز) کی حدود میں محدود رہی ہے۔

صدارتی نظام میں صدر مملکت اور پارلیمانی نظام میں اسمبلی کی اکثریت (بل پاس کر کے) کوئی بھی قانون نافذ کر دے تو وہ واجب العمل ہو جاتا ہے۔ ایسے کئی قوانین ہیں جو اسلام سے براہ راست متصادم ہیں۔ لیکن اس وقت مملکت اسلامیہ (پاکستان) میں وہ نافذ ہیں۔ لہٰذا پاکستان کے آئین اور رائج قوانین کو میزان شرع پر موزوں نہیں پایا جا سکتا۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ بالتحقیق پاکستان میں نہ تو (مکمل) اسلامی آئین نافذ ہے اور نہ ہی رائج الوقت (اکثر) قوانین اسلامی ہیں۔ (ہمارے اس قول پر) آئین کی کئی دفعات اور مروجہ کئی قوانین (جو براہ راست اسلام سے متصادم ہیں) شاہد ہیں مثلاً۔ آئین ۱۹۷۳ء دفعہ نمبر ۴۸۔ جن افراد کو کسی عدالت سے سزائے موت کا حکم ہو گیا ہو صدر مملکت کو ان کی سزا معاف کرنے یا اس میں تخفیف کرنے کا اختیار ہوگا۔ یہ دفعہ شرعی سے براہ راست متصادم ہے۔ چونکہ جن مخصوص جرائم پر اسلام میں سزائے موت ہے وہ جرائم جب ثابت ہو جائیں سزائے موت معاف یا ان میں تخفیف کرنے کا کسی کو حق حاصل نہیں الا یہ کہ مقتول کے شرعی اولیاء (ورثاء) قصاص کی صورت میں سزائے موت معاف کر دیں۔ لیکن اسلام صدر مملکت کو یہ اختیار نہیں دیتا کہ وہ قاتل کی سزا کو (جبکہ جرم ثابت ہو چکا ہو) معاف کر دے یا اس میں تخفیف کر دے۔ دفعہ نمبر ۲۲۷ کے تحت اسلام احکام حصہ نہم۔

تمام موجودہ قوانین کو ان اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا۔ جو قرآن سنت میں مذکور ہیں اور جنہیں مابعد کی عبارتوں میں اسلامی احکام کہا گیا ہے۔ اور کوئی قانون ایسا وضع نہیں کیا جائے گا جو ان احکام کے منافی ہو۔ آئین کی یہ دفعہ بظاہر خوشنما فرحت رساں ہے۔ لیکن اس دفعہ پر عمل درآمد کے لئے دفعہ نمبر ۲۲۷ میں جو صراحت کی گئی ہے اس نے ثابت کر دیا ہے کہ اسلام، اسلامی احکام کی آئین کی دستاویزی زینت سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں ہے۔ چنانچہ دفعہ نمبر ۲۲۸ میں درج ہے کہ ایک اسلامی نظریہ کی کونسل قائم کی جائیگی جو حکومت اور اسمبلیوں کو اسلامی معاملات میں مشورے دیگی۔ اور سات سال میں اسلامی قوانین کا ایک مجموعہ مرتب کرے گی اس دفعہ میں اسلامی نظریہ کی کونسل کا قیام۔ اسلامی معاملات میں صدر اور اسمبلیوں کو اس کے مشورے سات سال کی مدت میں اسلامی احکام کے مجموعہ کی ترتیب کا ذکر ہے۔ اور دفعہ نمبر ۲۳۰ میں اسلامی نظریہ کی کونسل کے اختیارات یہ بیان کئے گئے ہیں کہ:

کونسل اپنی آخری رپورٹ اپنے تقرر کے سات سال کی مدت میں داخل کرے گی اور ایک سالانہ عبوری رپورٹ بھی پیش کرے گی۔ رپورٹ عبوری ہو یا آخری وصولیاتی کی تاریخ سے چھ ماہ کی مدت میں پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں اور ہر صوبائی اسمبلیوں کے سامنے بحث کے لئے پیش کی جائے گی۔ اور اسمبلی اس رپورٹ پر غور کرنے کے بعد اس سے متعلق قوانین وضع کرے گی۔ مروجہ قوانین کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کے لئے دفعہ نمبر ۲۲۸ میں جس کونسل کا قیام تجویز کیا گیا ہے۔ اسی آئین کی دفعہ ۲۳۰ میں اس کونسل کو بے دست و پا (بے اختیار) بھی بنا دیا گیا ہے کہ کونسل کی رپورٹ (اسمبلی ایکٹ کے تحت) اراکین اسمبلی (کی اکثریت) کے رحم و کرم پر ہوگی۔ کہ رپورٹ کو ارکان اسمبلی کی اکثریت کی تائید حمایت حاصل ہوگی تو وہ بحث کے لئے ایوان میں پیش ہو سکے گی۔ ورنہ

اس سفارشی رپورٹ پر بحث بھی نہ ہو سکے گی اور اراکین اسمبلی کو (دفعہ نمبر ۲۳۰ میں) یہ اختیار دیدیا گیا ہے کہ اس رپورٹ سے متعلق وہ قوانین وضع کریں نہ یہ کہ انہی سفارشات (جو اسلامی نظریاتی کونسل کی سات سالہ محنت کا ثمرہ ہے) کے مطابق وہ اراکین قوانین وضع کریں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے ہر آئین کے نفاذ کے بعد کسی نہ کسی کونسل کا قیام تو عمل میں لایا گیا لیکن نہ تو پہلے سے مروجہ غیر اسلامی قوانین کو کسی کونسل کی رپورٹ پر منسوخ یا تبدیل کیا گیا ہے اور نہ ہی نئے قوانین اسلامی وضع کیے گئے اور نہ ہی آئین کو ترامیم سے محفوظ ہونے کی ضمانت دی گئی۔ اور ترامیم کا حق منتخب ارکان کو دیا گیا ہے جن کی اکثریت علوم اسلامیہ، فقہی بصیرت، تقویٰ اور پرہیزگاری سے کما حقہ واقفیت نہیں رکھتی۔ قیام پاکستان سے اب تک ایسے کئی ادارے قائم کیے گئے۔ مثلاً لاء کمیشن، میرج کمیشن، اسلامی مشاورتی کونسل ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلامی نظریاتی کونسل اور مجلس شوریٰ لیکن تمام ادارے اسلامی قوانین کی تدوین میں ناکام رہے ہیں۔ کیونکہ ان اداروں کو صرف مشورہ کی حد تک ہی اختیارات حاصل رہے ہیں اور حکومتی قانون ساز ادارے ان مشوروں کے پابند نہیں کیے گئے۔ اسلامی نظام کے لئے حکومت کے بلند و بانگ دعوے اور اسلامی نظام سے متعلق اداروں کے قیام کے باوجود عائلی قوانین جن کی اکثر دفعات نصوص شرعیہ سے متصادم ہیں وہ نافذ ہیں اور موجودہ فیملی کورٹس میں انہی کے مطابق فیصلے ہو رہے ہیں۔

اس تمہید کے بعد بحمدہ تعالیٰ شق اول کا جواب شرعی واضح ہو گیا کہ پاکستان میں اس وقت (مکمل) اسلامی آئین نافذ نہیں ہے۔ آئین کی چند دفعات نصوص شرعیہ کے مطابق بطور مثال اگر کوئی پیش کرے تو بھی آئین پاکستان کو (تادم تحریر) اسلامی آئین نہیں کہا جا سکتا ہے۔ آئین، قوانین کے رنگ میں اسلامی نظام کو اس دور میں جتنا بدنام

کیا جا رہا ہے کسی بھی اسلامی ملک میں ایسی مثال نہ ملے گی۔ خداوند کریم ارباب حکومت، بااختیار اداروں کو اسلامی آئین نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شق نمبر ۲۔ الجواب

اسلامی آئین کے نفاذ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

"**فمنه الصدق والصواب**" مملکت اسلامیہ میں اسلامی آئین کا نفاذ فرض ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہر مسلمان عاقل و بالغ پر احکامات شرعیہ پر عمل کرنا فرض ہے۔ لیکن انسانی تمدن و معاشرت میں کئی معاملات ایسے بھی پیش آتے ہیں کہ ان میں احکام شرعیہ پر عمل درآمد فرد واحد یا چند افراد کے بس میں نہیں ہوتا الا یہ کہ مسلمانوں کی ایک الگ ریاست (ملک) قائم ہو اور انفرادی، اجتماعی معاملات کے لئے اس میں شرعی احکام کا نفاذ ہو۔ اور حاکم وقت مسلمان رعایا کو احکام اسلام پر عمل کرنے کا پابند کرے تا کہ پورا مسلم معاشرہ عدل۔ انصاف۔ اقامت دین۔ جہاد فی سبیل اللہ۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔ تحفظ حدود اللہ۔ امن و امان اور ملکی استحکام، خوشحالی کا گہوارہ بنے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"**ان الله ليرعى بالسلطان مالا يرعى بالقرآن**"

(کنز العمال جلد نمبر ۳ حدیث ۲۸۴۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان امور کی نگرانی اقتدار کے ذریعہ فرماتا ہے جن کی نگرانی قرآن کے ذریعہ نہیں فرماتا۔

ان امور کو خداوند قدوس نے بیان فرماتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: **"ان الله یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اهلها واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل۔ ان اقیموا الدین۔ وجاهدوا فی الله حق جهاده۔ کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر۔ ان الله اشتری من المومنین انفسهم واموالهم بان لهم الجنة یقاتلون فی سبیل الله فیقتلون الایة۔"**

ان آیات (اور متعدد دیگر آیات) میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ادائے امانت، فیصلہ بالعدل۔ اقامت دین، جہاد فی سبیل اللہ۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر کا امر فرمایا۔ لیکن یہ امور (اور دیگر کئی امور) ایسے ہیں کہ ان پر عمل کرنا تو فرض ہے لیکن اس فرض کی ادائیگی بغیر اقتدار، اختیار کے ممکن نہیں ہے۔ بلکہ یہ فرض احکام کے نفاذ پر موقوف ہے۔

"عن عمر قال انه لااسلام الا ب جماعة ولا جماعة الا بامارة ولا امارة الا باطاعة۔" (مسند دارمی فی باب ذهاب العلم)

ترجمہ: اسلام بغیر جماعت نہیں اور جماعت بغیر امارت (حکومت) نہیں۔

حضور سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **"الاسلام والسلطان اخوان توامان لا یصلح احد منها الابصاحبها فالاسلام اس والسلطان حارس وما لااس له یهدم ومالا حارس له ضائع"** (کنزالعمال حدیث ۳۸۰۳ ج ۳)

ترجمہ: اسلام اور اقتدار دو جڑواں بھائی ہیں دونوں ایک دوسرے کے

بغیر صحیح نہیں رہ سکتے۔ اسلام بنیاد ہے اور اقتدار محافظ ہے۔ جس (مکان) کی بنیاد ہی نہ ہو وہ گر جائے گا۔ اور جس کا کوئی محافظ نہ ہو وہ ضائع ہو جائیگا۔

شیخ محقق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام امور کو ایک لفظ کلی اقامت دین سے تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "**وقیام آنحضرت ﷺ بجهاد ونصب امراء وبعث جیوش، سرایا وقیام آنحضرت ﷺ بقضاو خصومات ونصب قضاة دربلاد اسلامیه واقامت حدود امر معروف ونهی منکر مستغنی از آں است که به تشبهیه احتیاج داشة باشد وچوں آنحضرت ﷺ به رفیق اعلی انتقال فرمودند واجب شد اقامت بهماں تفصیل که گدشت**"

(ازالۃ الخفاص ۳ ج ۱)

ترجمہ: حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا جہاد کو قائم رکھنا۔ امراء کو مقرر کرنا جیوش، سرایا کو بھیجنا۔ لوگوں کے فیصلے کرنا اور بلاد اسلامیہ میں قاضیوں کو مقرر کرنا۔ حدود اللہ کو قائم فرمانا۔ امر بالمعروف و نھی عن المنکر محتاج بیان نہیں ہے۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال فرمایا تو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی) اقامت دین اسی تفصیل کیساتھ ضروری ہے۔ یہی شیخ محقق قدس سرہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف ازالۃ الخفاء میں فرماتے ہیں:

جہاد، قضا واحیاء علوم دین واقامت ارکان اسلام کو قائم رکھنا اور بلاد اسلام سے کفار کو دور رکھنا فرض کفایہ ٹھہرایا ہے۔

جب اقامت دین قیام ارکان اسلام فیصلہ بالعدل اور جہاد فی سبیل اللہ سے

عبارت ہے تو بالبداہت ثابت ہوا کہ اقامت دین ہی مملکت اسلامیہ کی وہ اساس، بنیاد ہے جس پر ریاست اسلامیہ کی عمارت قائم ہوتی ہے اور اسی کو آئین، دستور کہا جاتا ہے۔ **"کما ذکرت فی المقدمة الاولی"** تو لامحالہ آئین اسلامی اقامت دین کا نفاذ فرض ہوا۔ قرون اولی میں اقامت دین کو نصب امام (حاکم وقت خلیفہ وامیر) میں ہی مضمر سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ نے نصب امام (بمعنی اقامت دین) کی فرضیت کو بیان فرمایا۔ چنانچہ حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **"ان الصیام بالامامة ونصب الامام الموصوف بالصفات المخصوصة من فروض الکفایات (الی ان قال) وقد ذکر فی کتبنا الفقیهة انه لا بدالامامة من امام یحی الدین ویقیم السنة ینصف للمظلومین ویستوفی الحقوق ویضعها مواضعها"**

(شرح المقاصد ص ۲۷۱ ج ۲)

ترجمہ: چند مخصوص صفات سے متصف امام (حاکم وقت) کو مقرر کرنا ضروری ہے جو احیاء دین اقامت سنت کرے۔ مظلوموں کو انصاف اور بندوں کو حقوق بہم پہنچائے۔ **"والمسلمون لا بدلهم من امام یقوم بتنفید احکامهم المشروعه ای اجرانها واقامة حدودهم وسد ثغورهم وتجهیز جیوشهم واخذ صدقاتهم وقهر المتغلبة ای الغالبین بلا حق من الظلمة والغاصبین والمتلصصه وقطاع الطریق واقامة الجمع والاعیاد وقطع المنازعات الواقعه بین العباد"** (النبراس ومتنها شرح العقائد ص ۵۱۲)

ترجمہ: مسلمانوں کو ایسا امام (سربراہ ریاست اسلامیہ) مقرر کرنا لازم ہے جو امور مشروعہ (احکام اسلام) کا اجراء، اقامت حدود، ملک کی سرحدوں کا تحفظ۔ اسلامی لشکر کی تشکیل، اہتمام۔ اخذ صدقات (نہ کہ موجودہ زکوۃ کو نسلیں) ظالم۔ غاصب اور ناحق غلبہ پانے والوں اور چور، ڈاکوؤں کو سزا۔ اقامت ارکان اسلام اور بندوں کے آپس میں تنازعات کے فیصلے کرے۔ اس تفصیلی مقدمہ تمہید سے شق ثانی کا جواب شرعی بحمدہ تعالی واضح ہو گیا کہ اسلامی آئین کے نفاذ کی شرعی حیثیت فرض کفایہ ہے۔

شق نمبر ۳۔ الجواب

مقدمہ تمہیدی فرض کفایہ کی تعریف

اگر اسلامی ملک میں اسلامی آئین نافذ نہیں تو اس ملک کے عوام علماء اور مشائخ پر از روئے شرع شریف کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے نیز اس ذمہ داری سے عہدہ برآنہ ہونے کی صورت میں ان کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

"**فمنه الصدق و الصواب**" شق ثانی کے جواب میں ثابت ہو چکا ہے کہ اسلامی ملک میں اسلامی آئین کا نفاذ فرض کفایہ ہے۔ اسلامی آئین کی اسی حیثیت کو شق ثالث کے جواب کے لئے ہم تمہید ٹھہراتے ہیں۔ "**واللہ اعلم فهو المستعان وبه نستعين**"

فرض کفایہ کی تعریف، فرض کفایہ کا حکم، فرض کفایہ کی اقسام، فرض کفایہ کے مکلف، فرض کفایہ کی مشروعیت، اقامت فرض کفایہ اور ترک فرض کفایہ۔

فرض کفایہ کی تعریف

"ھو مھم متھم مقصود حصولہ من غیر نظر بالذات الی فاعلہ فتناول ما ھودینیکا لصلوۃ الجنازۃ ودنیوی کالضائع المحتاج الیھا"

(الاحکام ص ۱۴۱ ج ۱، التقریر والتحبیر ص ۱۳۵ ج ۲)

ترجمہ: یہ وہ امر ضروری ہے جس کا حصول قطعی طور پر مقصود ہے قطع نظر اس کے کہ کون اسے انجام دینے والا ہے۔ امور دینیہ کو بھی یہ شامل ہے جیسے نماز جنازہ اور امور دنیویہ کو بھی اس کا شمول ہے جیسے ضروری صنعتیں۔ فرض کفایہ کی مشروعیت۔ فرض کفایہ (بحسب الاداء) فرض عین کا مقابل ہے۔ اور فرض عین شرعاً شخص معین سے مطالبہ ہوتا ہے جبکہ فرض کفایہ کی مشروعیت ہوتی ہے۔ دراصل اجتماعی مقصد کے لئے ہوتا ہے۔ **"والتفصیل تأتی قریبا"**

فرض کفایہ کا حکم اقسام

چونکہ فرض کفایہ کی مشروعیت اجتماعی مقاصد کے لئے ہے اس لئے اجتماعی مقاصد کے حصول کے لئے اس کا حکم واجب (بدرجہ فرض عین) ہے۔ اور انفرادی مقاصد کے لئے چونکہ اس کی اصل مشروعیت نہیں ہوتی اس لئے آحاد (فرداً۔ فرداً۔ افراد) کے لئے اس کا حکم ندب (بدرجہ استحسان) ہوتا ہے۔ **"یقول العلماء بالاصول انہ متوجہ علی الجمیع لیکن اذا قام بہ بعضھم سقط عن الباقین وما قالوہ صحیح من جھتہ الکلی واما من جھتہ جزئیہ ففیہ تفصیل الخ الموافقات فی اصول الشریعت۔"**

(۱۶۱ ج ۱)

ترجمہ: علماء اصولیین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔فرض کفائی (ادائیگی) کے مکلف جمیع لوگ ہوتے ہیں۔لیکن بعض جب اسے ادا کردیں تو باقی افراد سے یہ ساقط ہوجاتا ہے۔"**وفروض الكفايات مندوبات على الاعيان**" (الموافقات فی اصول الشریعت ص ۱۶۱ ج ۱)

ترجمہ: فرائض کفایہ متعین اشخاص (افراد بحیثیت واحد واحد) کے لئے مندوب ہوتے ہیں۔

اقامت فرض کفایہ،ترک فرض کفایہ

مکلفین میں سے کوئی بعض افراد ادا کردیں تو سب کی طرف سے فرض ادا ہوجاتا ہے۔

مکلفین میں سے کوئی شخص بھی ادا نہ کرے تو سب لوگ فرض کے تارک ہونگے۔"**فروض الكفايات وهی امور كليه تتعلق بها مصالح دينية اودينوية لا ينتظم الامر الا بحصولها فيقصد الشارع تحصيلها فی الجملة من غير ان يقصد حصولها من كل واحد ولاخفاء فی ان ذالك من الاحكام العملية دون الاعتقادية**"

(شرح المقاصد ص ۲۷۱ ج ۲)

ترجمہ: فرائض کفایہ وہ امور کلیہ ہیں جن کا دینی، دنیوی مصالح سے تعلق ہوتا ہے کہ دینی و دنیاوی مصالح انہی سے حاصل ہوتی ہیں ان کا حصول جمیع لوگوں سے شارع علیہ السلام کا مقصود ہوتا ہے۔بغیر اس کے کہ ہر ایک سے اس کے حصول کا قصد کیا گیا ہو یہ بھی واضح ہے کہ فرائض کفایہ کا تعلق احکام علیہ سے ہوتا ہے نہ کہ احکام اعتقادیہ سے۔

اس تمہیدی مقدمہ میں بحمدہ تعالیٰ ثابت ہوگیا کہ اسلامی آئین کا نفاذ فرض کفایہ ہے اور فرض کفایہ کے مکلف جمیع مسلمان ہیں۔ یہی فرض کفایہ چونکہ اجتماعی مصالح سے متعلق ہوتا ہے اس لئے فرض کفایہ بحسب تادیۃ جمیع من حیث الجمیع لوگوں کے لئے فرض عین کا درجہ رکھتا ہے۔ لہٰذا شق ثالث کا جواب شرعی یہ ہے کہ اسلامی آئین اگر نافذ نہیں (بالتحقیق ثابت بھی یہی ہے کہ پاکستان میں تادم تحریر اسلامی آئین نافذ نہیں ہے۔) تو پاکستان میں رہنے والے تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ (بدرجہ فرض عین) ہے کہ اسلامی آئین کے نفاذ کے لئے ہر وہ کوشش کریں جس سے مملکت اسلامیہ میں آئین اسلام نافذ ہوسکے لہٰذا عامۃ المسلمین ہوں یا علماء مشائخ ہوں بلا امتیاز بلا تخصیص (بشمول من) سب پر از روئے شرع شریف اسلامی آئین کے نفاذ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

شق نمبر ۳ کی جز وثانی الجواب

اس ذمہ داری سے عہدہ برآنہ ہونے کی صورت میں ان کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

مملکت اسلامیہ میں اسلامی آئین کے نفاذ کی شرعی حیثیت جب فرض کفایہ ثابت ہے اور اس فرض کفایہ کے مکلف مملکت میں رہنے والے تمام مسلمان عاقل، بالغ ہیں اگر بعض لوگ یہ فرض ادا کریں تو باقی لوگوں سے بھی یہ فرض ساقط ہو جائے گا۔ اگر اسلامی آئین بھی نافذ نہ ہوا اور اس کے نفاذ کی کوشش بھی نہ کی جارہی ہو تو عوام۔ علماء اور مشائخ فرض کفایہ (بحکم فرض عین) کے تارک ہونگے۔ اور ترک فرض میں جو ساعات۔ ایام۔ ماہ اور سال گزریں گے۔ ہر مسلمان مکلف کے لئے اس کی زندگی کا یہ حصہ گناہ میں گزرے گا۔ جب تک یہ فرض ادا نہ کیا جائے زندگی (دنیوی) گناہ آلود

ہونے اور استحقاق عذاب الہی میں تمام مکلفین برابر" **سواء بسوء شبرا بشبر**" ہیں۔ اسلامی نظام کا نفاذ حاکم وقت یا ذمہ دار ادارہ نہ کرے اور عوام۔علماء۔مشائخ میں سے کوئی موثر مطالبہ بھی نہ کرے تو ترک فرض (اجتماعی) کی بابت حضور ﷺ نے فرمایا:"**ان اللہ تعالیٰ لا یعذب العامۃ بعمل الخاصۃ حتی یروالمنکر بین ظھرا نیھم وھم قادرون علی ان ینکروہ فلا ینکروا فاذا فعلوا ذالک عذب اللہ العامۃ والخاصۃ**"

(رواہ احمد مشکوۃ شریف باب الامر باالمعروف)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:"**وانا سمعنا النبی ﷺ یقول ان الناس اذاراوالظالم فلم یاخذوا علی یدیہ اوشک ان یعمھم اللہ بعقاب**"

(ابوداؤد ص ۳۷۵)

لہٰذا عامۃ المسلمین۔علماء۔مشائخ۔منتخب نمائندگان اور رائے دہندگان بحیثیت مسلمان شرع شریف کی طرف سے عائد یہ ذمہ داری پوری کریں تا کہ تمام مسلمانوں کی زندگی حیات طیبہ بن جائے اور ترک فرض کے گناہ عظیم سے بچ جائیں اس لئے اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ نے آئین اسلام کے نفاذ کی ضرورت بمعنی فرض عین علی الجمیع کو ایسے دلائل سے بیان فرمایا کہ امت مسلمہ کے افراد کسی وقتی مصلحت یا سیاسی حکمت عملی، ذاتی اغراض یا دنیاوی مقاصد کے تحفظ کی خاطر اسلامی آئین کے نفاذ کے لئے پہلو تہی نہ کر سکیں چنانچہ اسلامی آئین کے نفاذ کی ضرورت، اہمیت جو تمام وقتی مصلحتوں اور ضرورتوں سے بالاتر ہے یہ ہے۔"**ان الامۃ قد جعلوا اھم المھمات بعد وفات النبی ﷺ نصب الامام ان**

يتفرق اجتماع المسلمين ويختل نظام الدين حتى قدموه على الدفن وكذا بعد موت كل امام من الخلفاء الراشدين ومن بعدهم وهذا اجتماع على كون النصب من المهمات۔" (النبراس ومتنها شرح العقائد نسفي ص ٥١٢ شرح المقاصد وغيرهما من الكتب المعتبره)

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد امت (جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے نصب امام کو ہی اہم ضرورت سمجھا تا کہ مسلمانوں کے اجتماع میں تفریق اور نظام دین میں خلل نہ آئے حتی کہ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی تدفین سے بھی نصب امام کو مقدم سمجھا اس طرح بعد میں خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے ادوار میں بھی نصب امام کو یہی اولیت، اہمیت حاصل رہی اور نصب امام (بمعنی اقامت دین) کو تمام اہم ضرورتوں پر اولیت، اہمیت دینے پر اجماع (امت) ہے۔ اب عامۃ المسلمین (بشمول من) علماء اور مشائخ آئین اسلام کے نفاذ کو کسی سیاسی، ذاتی مصلحت پر موقوف ہونے کا سبب بنیں تو شرع شریف میں اس کی ہرگز ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ **"كما يظهر من نصب ابى بكر رضى الله عنه ومن بعده رضى الله عنهم"**

شق نمبر ٤۔ الجواب

اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جدوجہد اور تحریک چلانا کس قدر ضروری ہے یا نہیں اور اس جدوجہد میں مجروح یا مرجانے والے کا شرعی حکم کیا ہے؟

یہ شق تین جزوں پر مشتمل ہے (نمبر ا) اسلامی نظام کے لئے جدوجہد

۔(۲) تحریک چلانا (۳) مجروح یا مرجانے والے کا شرعی حکم قطع نظر اس کے کہ تحریک سے سائل کی مراد کیا ہو ہم سوال میں درج تحریک سے تحریک عملی مراد لیتے ہوئے سوال کی جزو اول کو جزو ثانی میں مدغم کر کے جواب سے پہلے ایک تمہیدی مقدمہ ذکر کرتے ہیں۔ **"وبه التوفيق وبه نستعين"**

تمہیدی مقدمہ

اسی سوال کی شق نمبر۲ کے جواب میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ مملکت اسلامیہ میں اسلامی آئین کا نفاذ فرض کفایہ ہے اور اسی سوال کی شق نمبر۳ کے جواب میں واضح ہو چکا ہے کہ فرض کفایہ کے مکلف جمیع منحیث الجمی علوگ ہوتے ہیں خواہ عوم ہوں۔ علماء ہوں یا مشائخ ہو منتخب ارکان ہوں یا رائے دہندگان ہوں اجتماعی طور پر وہ سب اسلامی آئین کے نفاذ کی بابت عند اللہ مسئول عنہم ہیں۔

"كما قال عليه السلام الا كلكم راع مسئول عن رعيته فالامام الاعظم الذى على الناس راع وهو مسئول عن رعيته۔"

(صحیح بخاری شریف کتاب الاحکام صحیح مسلم کتاب الامارہ)

اور شرح شریف کا مسلم اصول ہے کہ مقصود محمود (فرض کی ادائیگی) کا حصول جس شے (ذریعہ) پر موقوف ہو اس (ذریعہ) کا حصول فرض ہو جاتا ہے۔ **"وقد تقرر فى اصول الفقه ان ما يتوقف عليه الواجب فه و واجب۔"** (النبراس ص ۵۱۲ جمهور محققين رحمهم الله تعالى)

نے اسی اصل کی بناء پر نصب امام کو فرض ٹھہرایا چونکہ ان کے دور حاضرہ میں نظام کا

وقوف اگرچہ متصف بالصفات المخصوصہ شخص کے تقرر پر ہے۔ لیکن بعض قوتیں اگر ایسے شخص کے تقرر میں حائل ہو کر اسلامی نظام کے نفاذ کا سد باب کرنے کے درپے ہوں تو مقصود محمود (اسلامی نظام کے نفاذ) کے حصول کے لئے جدوجہد کرنا فرض کفایہ ہو جاتا ہے۔ اور نظام اسلام کا نفاذ اگر زبانی جدوجہد سے نہ ہو تو عملی جدوجہد بمعنی عملی تحریک مشروط بالشرائط المخصوصہ فرض کفایہ ہو جاتی ہے اور ایسی عملی تحاریک کی مثالیں خلافت راشدہ کے بعد قرن ثانی اور بعد کے ادوار میں جلیل القدر علماء، آئمہ ہدی خصوصاً سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ سراج الامۃ رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ سے ثابت ہیں۔

نظام اسلام کے نفاذ کے لئے جدوجہد بمعنی عملی تحریک کی شرائط شرعیہ

۱۔ نظام اسلام کے لئے دیگر تمام ذرائع استعمال کئے جا چکے ہیں۔

۲۔ تحریک کا واحد مقصد نظام اسلام کا نفاذ ہو۔

۳۔ تحریک میں شامل افراد کے ہاتھوں املاک و جانوں کا نقصان نہ ہو۔

۴۔ تحریک میں بھوک ہڑتال۔ تالہ بندی نہ ہو۔

ان شرائط سے مشروط تحریک پر ہی نظام اسلام کا نفاذ موقوف ہو تو شرعی شرائط سے مشروط تحریک چلانا بھی فرض کفایہ ہو جاتا ہے۔ احکام اسلام کے نفاذ شریعت مطہرہ کے تحفظ۔ شعائر اسلام کے تقدس کے لئے جن پاک طینت لوگوں نے عملی تحریکیں چلائیں اور جن آئمہ ہدی نے ان سے تعاون فرمایا ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا کوفہ کی طرف آنا۔ اور امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی طرف پہلے روانہ کر دینا حقائق کی روشنی میں اہل کوفہ سے افرادی تعاون حاصل کر کے یزید (بن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کے خلافت اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے عملی

تحریک چلاتا تھا۔ جن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے آپ کو اس سفر سے روکنا چاہا تو انہوں نے یہ کہا کہ اہل کوفہ آپ سے وفا نہ کریں گے (نہ یہ کہ آپ کا یہ اقدام جائز نہیں) تاریخ اسلام شاہد ہے کہ کسی صحابی یا تابعی نے آپ کو حکومت کے خلاف تحریک سے باز رہنے کا مشورہ نہیں دیا بلکہ اہل کوفہ کی بیوفائی۔ عہد شکنی کا خدشہ ظاہر کیا۔

واقعہ کربلا کے بعد یزید کے فسق وفجور اور مظالم کے خلاف شعائر اسلام کے تقدس احکام اسلام کے تحفظ کے لیے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عملی تحریک شروع فرمائی۔ کئی جلیل القدر صحابہ کرام کے علاوہ تمام اہل حجاز نے آپ سے مالی افرادی تعاون کیا حتی کہ حجاز میں آپ عملا خلیفہ بن گئے۔ واقعہ حرہ اسی دوران پیش آیا اور اہل مدینہ اہل مکہ نے یزیدی لشکر کا آپ کی قیادت میں مقابلہ کیا۔ پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے ہشام بن عبدالملک کے دور حکومت میں اعلاء کلمۃ اللہ احکام اسلام کے نفاذ کے لئے تحریک عملی شروع کی آپ سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اساتذہ میں سے تھے اس تحریک کے لئے امام ابوحنیفہ نے حضرت زید بن علی سے مالی تعاون فرمایا اور آپ کی اس تحریک میں لوگوں کو شامل ہونے کی ترغیب بھی دی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن علی کے خروج کو جنگ بدر میں رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے خروج سے تشبیہ دی۔ (مناقب الامام اعظم ابی حنیفہ ص ۲۶۰ ج ۱)

پھر عباسی دور حکومت میں حاکم وقت المنصور کے دور میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بن علی طالب کی اولاد میں سے حضرت محمد والنفس الذکیہ بن عبداللہ المحض بن الحسن المثنی بن سیدنا حسن بن علی بن ابی طالب نے مدینہ طیبہ میں آپ کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے کوفہ میں حکومت وقت کے خلاف عملی تحریک شروع کی۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے

ان تحریکوں میں شامل ہونے کا فتوی دیا۔ سیدنا امام ابو حنیفہ نے ان تحریکوں کی پوری تائید حمایت اور مالی تعاون کیا۔ (تاریخ الکامل ص ۲۱٤ ج ۵)

(تاریخ الامم والملکوك، ص ٤۹۱ ج ۵)

بحمدہ تعالیٰ شق چہارم کی جز واول کا اور دوم کا جواب واضح ہو گیا کہ نظام اسلام کے لئے عملی جدوجہد بمعنی عملی تحریک جائز ہے اگر نظام اسلام کا نفاذ تحریک پر ہی موقوف ہو تو تحریک چلانا شرعاً فرض کفایہ ہے۔

شق چہارم کی جزو ثالث، الجواب

اس جدوجہد میں مجروح یا مرجانے والے کا شرعی حکم کیا ہے؟

شق نمبر ۴ کی جز واول، دوم کے مشترکہ جواب میں بعونہ تعالیٰ ثابت کیا جا چکا ہے کہ نظام اسلام کا نفاذ اگر عملی جدوجہد (تحریک) پر موقوف ہو اور وہ تحریک مشروط بالشرائط (المذکورة فی حواب السوال الرابع) ہو تو اس کا چلانا فرض کفایہ (بحکم فرض عین) ہے۔ اور ایسے فرض کی ادائیگی کے دوران مرجانے والوں کو امت مرحومہ کے علماء ذیشان آئمہ مجتہدین اور جملہ محدثین، فقہاء کرام نے شہید قرار دیا اور آج بھی امت مسلمہ انہیں شہید جیسے مبارک لقب سے یاد کرتی ہے۔ مثلاً سیدنا عبداللہ بن زبیر سید مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کی قیادت میں کئی حضرات حضرت سیدنا زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ، حضرت محمد ذوالنفس الزکیہ بن عبد اللہ المحض رضی اللہ عنہ، سیدنا ابراهیم بن عبداللہ المحض رضی اللہ عنہ اور ان کی قیادت میں کئی لوگ جو عملی جدوجہد میں حکومت وقت کے کارکنوں کے ہاتھوں مصلوب ہوئے یا تیر تلوار سے زخمی ہو کر فوت ہوئے ان تمام پاکیزہ ہستیوں کو بالاجماع

شہید کہا گیا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اسلامی تاریخ کی آبروانہ جوانمردوں سے قائم ہے جنہوں نے غلط اقتدار کے سامنے سر نہیں ڈالی۔ اور احکام اسلام کے نفاذ، شریعت مطہرہ کے تحفظ کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہادیا۔ "رضوان الله عليهم من المومنين رجال صدقوا ما عاهدو الله عليه" تو بحمدہ شق چہارم کی جز وثالث کا جواب شرعی واضح ہوگیا کہ مقصود جب اسلامی نظام کا نفاذ ہواور اسی مقصد کے حصول کے لئے شرعی حدود میں جدوجہد کی جائے تو اس جدوجہد میں مرجانے والے کا شرعی حکم شہادت ہے اور زخمی ہوجانے والے کے لئے عنداللہ اجر عظیم ہے۔

شق نمبر ۵ الجواب

اگر کسی ملک کا سربراہ اسلامی آئین نافذ کرتا تو اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے۔ نیز اس سے تعاون یا اس کی مخالفت کرنا ازروئے شرع کیسی ہے؟

"**فمنه الصدق والصواب**" یہ شق دو جزوں پر مشتمل ہے۔

(۱) اگر کسی اسلامی ملک کا سربراہ اسلامی آئین نافذ نہیں کرتا تو اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

(۲) اس سے تعاون یا اس کی مخالفت کرنا ازروئے شرع شریف کیسی ہے؟ بالترتیب دونوں شقوں کا جواب! کسی اسلامی ملک کا سربراہ اگر اسلامی آئین نافذ نہیں کرتا تو اس کے لئے شرعی حکم قدرے متقضی ہے۔

ا۔ سربراہ کو آرڈی ننس کے ذریعہ اسلامی یا کوئی نظام نافذ کرنے کا پورا اختیار ہو۔

ب۔ پارلیمانی نظام کے تحت اراکین پارلیمنٹ (یا صدراتی نظام کے تحت

اراکین مجلس شوریٰ) اسلامی نظام کے نفاذ کا بل پاس کریں۔ لیکن سربراہ اس کے نفاذ کا (اختیار رکھتے ہوئے بھی) اہتمام نہ کرے۔

ج۔ سربراہ اسلامی آئین قوانین کی تدوین، ترتیب کے لئے باصلاحیت، دینی نقطہ نظر رکھنے والے ارباب علم کی کونسل تو قائم کرے لیکن اس کی سفارشات اور رپورٹس کو (اختیار رکھتے ہوئے) قانوناً نافذ نہ کرے۔

د۔ سربراہ اپنے اقتدار کے تحفظ اور عوام کی تالیف قلوب کے لئے بعض قوانین اسلام نافذ کرے اور داخلی یا خارجی خطرات (مفروضہ) کے پیش نظر یا بیوروکریسی کے خوف (دباؤ) کی وجہ سے بعض قوانین اسلام نافذ نہ کرے۔

ان تمام صورتوں میں اسلامی مملکت کا سربراہ فرض کا تارک، مستحق عذاب الٰہی۔ مملکت اسلامیہ اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے والا اور باعث صدور فتن، تفریق بین المسلمین ہے۔ ایسے سربراہ کا ازخود معزول ہو جانا اور بصورت دیگر اسے معزول کر دینا شرعاً ضروری ہے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ **"من ولی امرامۃ محمد ﷺ شیئا فلم یقم فیھم بکتاب اللہ فعلیہ لعنۃ اللہ"** (کنزالعمال حدیث نمبر ۲۰۰۵۵ ج۵)

ترجمہ: جو شخص حضور ﷺ کے امت کے معاملات میں سے کسی معاملہ کا ذمہ دار بنایا گیا اور اس نے لوگوں کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق کام نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ **"حق علی الامام ان یحکم بما انزل اللہ وان یودی الامانۃ فاذا فعل ذالک فحق علی الناس ان یسمعوالہ وان یطیعوا وان یجیبوا اذا دعوا۔"** (کنزالعمال حدیث نمبر ۲۵۰۳۱ ج۵)

"قال الامام الصابونی فی البدایة لوارتکب الامام کبیرة یستحق العزل عندنا وینعزل عندالشافعی الخ۔" (النبراس ص ۵٤۲)

سربراہ کے ذاتی فسق وفجور کی بناء پر اس کے معزول ہونے یا اسے معزول کرنے میں احناف، شوافع کا اختلاف ہے۔لیکن مملکت اسلامیہ کی سربراہی کے لائق نہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا:**"عن ام سلمة زوج النبی ﷺ عن النبی ﷺ انه قال یستعمل علیکم امراء فتعرفون وتنکرون فمن کرہ بری ومن انکرسلم ولکن رضی وتابع۔"** (صحیح مسلم کتاب الامارة)

ترجمہ: عنقریب تم پر ایسے حاکم مقرر کیے جائیں گے کہ (ان کی بعض باتوں کو تم اچھا سمجھو گے اور (بعض باتوں کو تم) برا سمجھو گے۔پس جس نے ناپسند کیا بری ہو گیا اور جس نے انکار کیا وہ عذاب آخرت سے) محفوظ ہو گیا۔لیکن جو (ایسے حاکم سے) راضی رہا اور اس کی پیروی کرتا رہا۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"فدوروامع الکتاب حیث دارالاان الکتاب والسلطان سیفترقان فلا تفارقوالکتاب الا انه ستکون علیکم امراء یقفون لانفسھم مالا یقضون لکم۔" (الحدیث المعجم الصغیر ص ۵٤۔۵۵)

ترجمہ: بالمعنی العرفی خبردار اسلام پر مختلف دور گزریں گے تم کتاب اللہ کا ساتھ دینا۔خبردار (ایک وقت ایسا آئے گا) کہ کتاب اللہ اور حکومت ایک دوسرے سے

جدا ہو جائیں گے۔ ایسی صورت میں تم کتاب اللہ سے جدا نہ ہونا۔ خبردار عنقریب تم پر ایسے حاکم مقرر ہو جائیں گے کہ اپنے (فائدہ کیلئے) وہ اور فیصلے کریں گے اور تمہارے لئے اور فیصلے کریں گے۔

بحمدہ تعالیٰ شق نمبر ۵ کی جزو اول کا جواب شرعی واضح ہو گیا کہ اسلامی مملکت کا سربراہ اسلامی آئین نافذ نہیں کرتا تو تارک فرض۔ مستحق عذاب، لائق انعزال ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

شق نمبر ۵ کے جزو دوم کا جواب شرعی

اسلامی ملک کا سربراہ اگر مملکت اسلامیہ میں اسلامی نظام نافذ نہیں کرتا تو اس سے میل جول رکھنا یا اس سے کسی قسم کا تعاون کرنا شرعاً منع ہے بلکہ اسلامی نظام نافذ نہ کرنے کی وجہ سے جس طرح وہ سربراہ ظالم، گنہگار ہے اس سے تعاون کرنے والے بھی شرعاً اسی طرح ظالم گنہگار ہیں چنانچہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: "**انه ستكون بعدى امراء من صدقهم بكذبهم واعا نهم على ظلمهم فليس منى ولست منهم۔**"

(ابو داؤد ،ترمذی فی کتاب الفتن)

"**من ارضى سلطانا بما يسخط ربه خرج من دين الله**"

(کنزالعمال حدیث ۳۰۹ ج ٦)

لہٰذا سربراہ اگر اسلامی نظام نافذ نہیں کرتا تو اس سے تعاون کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

شق نمبر ٦

کیا پاکستان میں مروجہ طریقہ انتخاب اسلامی ہے یا کہ نہیں؟ اس میں امیدوار اپنے آپ عہدہ کے لئے پیش کرتا ہے۔ اپنی کامیابی کے لئے مہم چلاتا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے دھاندلی، جعلی ووٹنگ، ووٹوں کی خرید فروخت، نتائج کی تبدیلی جیسے امور سے کام لیتا ہے۔ نیز اسلامی طریقہ انتخاب کیا ہے۔

الجواب: (سائل محترم سے معذرت کے ساتھ) افتاء کے قواعد میں سے ایک قاعدہ یہ ہے کہ صورت مسئلہ کے مندرجہ الفاظ کو ہی شرعی فتوی کی بنیاد ٹھہرایا جائے مفتی اپنی طرف سے سوال میں اضافہ یا جواب کی کوئی بنیاد وضع نہ کرے۔

بایں ہمہ اس قاعدہ سے عدولی بندہ ناگزیر سمجھتا ہے اس لئے کہ مروجہ طریقہ انتخاب کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کے لئے صرف وہ امور ہی بنیاد نہیں ہیں جو سائل نے درج کئے ہیں۔ مثلاً کسی اہم، حساس عہدہ کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا کلی طور پر ناجائز نہیں بلکہ ایسے عہدہ کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا اور کامیابی کی مہم چلانا شرعاً اس وقت ضروری ہو جاتا ہے جب نا اہل، ظالم شخص اس عہدہ کا متمنی، کوشاں ہو اور غالب امکان ہو کہ اہل لوگ اگر وہ عہدہ حاصل نہ کریں تو نا اہل لوگ اس عہدہ تک پہنچ جائیں گے۔ اسی طرح دھاندلی، جعلی ووٹنگ، ووٹوں کی خرید و فروخت اور نتائج کی تبدیلی جیسے امور شرعاً ناجائز ہونے کے علاوہ پاکستان میں مروجہ الیکشن لاز کے تحت بھی یہ تمام امور منع ہیں۔

اس لئے پاکستان میں مروجہ طریقہ انتخاب پر بحث کرنے کے لئے ہم ان امور کو

موضوع ٹھہراتے ہیں جنہیں رائج قوانین کا پورا پورا تحفظ حاصل ہے اور مروجہ انتخاب کا تشخص انہی امور سے قائم ہے۔

مقدمہ

دور حاضرہ میں ملکی سطح پر انتخاب سربراہ ملک کے تقرر، نظام حکومت کی تعین اور عمائدین مملکت کی تشکیل کا ذریعہ و واسطہ ہوتے ہیں۔ سابقا بیان کیا جا چکا ہے کہ مروجہ طریق کار میں اسلامی یا کوئی دیگر نظام نافذ کرنے کے لئے بالواسطہ یا بلاواسطہ اصل اتھارٹی سربراہ مملکت ہوتا ہے اسی بناء پر انتخابات کسی نظام کے نفاذ کا ذریعہ بن جاتے ہیں لیکن نظام اسلام کی شرعی حیثیت، ضرورت کے بیان کے بعد کہ وہ فرض کفایہ بدرجہ فرض عین ہے نظام اسلام کا نفاذ انتخابات کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ شرع شریف کا تقاضہ پورا کرنا فرض ہے۔

اسلامی ملک کے مسلمان باشندوں پر شرعا فرض ہے کہ وہ اپنے ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کا اہتمام کریں۔ دور حاضرہ میں (جیسا کہ بیان ہوا) کسی نظام کے نفاذ کی دو صورتیں رائج ہیں اور انہیں انٹرنیشنل لاء کا درجہ حاصل ہے کہ اصل اتھارٹی بیک جنبش قلم کوئی نظام (آئین) معطل، منسوخ کر کے کوئی دیگر نظام نافذ کر دے یا انتخابات کے ذریعہ کوئی نظام نافذ ہو۔ لیکن موجودہ طریقہ انتخاب کو میزان شرع پر موزوں نہیں پایا جا سکتا تو اب دو امور ہی رہ جاتے ہیں کہ (۱) اتھارٹی نظام اسلام صحیح معنوں میں نافذ کر دے یا انتخابات اسلامی طریق کے تحت فی الفور کرائے جائیں۔

لہٰذا پاکستان میں مروجہ طریقہ انتخاب کے بطلان، شرعی طریقہ انتخاب کے بیان کے لئے ہم تفصیلا بحث کرتے ہوئے چند امور کو موضوع بحث ٹھہراتے ہیں۔

(۱) انتخابات کا موجودہ طریق کار (۲) انتخابات کے موجودہ طریق کار میں حصہ لینے والے امیدوار کے لئے شرائط اہلیت (۳) مروجہ انتخابات میں رائے دہندہ کے لئے شرائط اہلیت (۴) انتخابات کا اسلامی طریق کار (۵) امیدوار کے لئے شرعا شرائط اہلیت (۶) شرعی نقطہ نظر سے رائے دہندہ کے لئے شرائط اہلیت۔ ان موضوعات پر بالترتیب بحث کی جاتی ہے۔

انتخابات کا موجودہ طریق کار:

ملک میں کئی سیاسی پارٹیاں یا آزاد امیدوار اپنے اپنے منشور، پروگرام عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں اس منشور، پروگرام کے بل بوتے وہ ملک کی باگ ڈور سنبھالنے کے لئے عوام سے ووٹ مانگتے ہیں عامۃ المسلمین اپنی سمجھ اور اپنے مفاد میں کسی کو بھی ووٹ دیدیتے ہیں۔ ووٹر کی گنتی ہوتی ہے اور اکثریت کی بنیاد پر کوئی بھی امیدوار کامیاب کہلاتا ہے۔ انتخابات میں حصہ لینے والے کیلئے مروجہ طریق کار میں تین شرائط واہلیت ہیں (۱) وہ پاکستانی شہری ہو۔ (۲) عمر کم از کم بائیس سال ہو۔ (۳) ووٹرز لسٹ میں اس کا نام درج ہو۔

اس تمہید کے بعد انتخابات کے موجودہ طریق کار اور اس کی نوعیت کے لئے شرعی حکم درج کرنے کے لئے انتخابات سے متعلق بیان کردہ تمام جزئیات کو ہم میزان شرع پر رکھتے ہیں تاکہ حکم شرعی واضح ہو جائے۔ اولا یہ کہ مملکت اسلامیہ میں سربراہ ملک اور عمائدین مملکت کے چناؤ کے لئے اتنا اذن عام ہو کہ کوئی بھی سیاسی پارٹی یا آزاد امیدوار کسی بھی نظام یا قومیت، لسانیت اور علاقائیت کے نعرہ کے بل بوتے پر انتخابات میں امیدوار بنے یہ نہ شرعا جائز ہے اور نہ ہی عقلا صحیح ہے اس لئے کہ اسلامی ملک میں نظام اسلام کا ہی نفاذ فرض ہے جب شرعا ایک ہی نظام کی گنجائش ہے تو نظام اسلام کے علاوہ

کسی اور نظام یا پروگرام کو انتخابات کے دوران پیش کرنا شرعا جائز نہیں ہوسکتا۔ بلکہ شرع شریف کا یہ روشن اصول مقرر ہے مقصود محمود اگر فرض ہے تو اس کا حصول جس شے یا ذریعہ کے حصول پر موقوف ہے تو اس شے یا ذریعہ کا حصول بھی فرض ہوجاتا ہے۔ اسی طرح مقصود محمود (فرض) کے حصول کے لئے جو شے یا ذریعہ مانع بنے تو اس شے یا ذریعہ سے پرہیز فرض ہوجاتا ہے۔" **کما بین فی کتب علم العقائد واصول الفقه المعتبرة عندالاحناف کثرهم الله تعالی** 'لہٰذا انتخابات کے موجودہ طریق کار میں کئی نظاموں اور کئی پروگراموں کا اذن عام شرعا جائز نہیں۔ انتخابات کے موجودہ طریق کار میں کسی امیدوار کی ہار جیت اکثریت کی بنیاد پر ہوتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ اکثریت کی حقیقت کو شرعی نقطہ نظر سے بیان کی جائے۔ شریعت مطہرہ میں اکثریت اس وقت کسی فیصلہ کی بنیاد ٹھہرتی ہے جب وہ اکثریت ان لوگوں کی ہو جنہیں شرع شریف نے اہل الرائے کہا ہے کہ وہ متقی، پرہیزگار ہوں، علوم اسلامیہ سے وافر حصہ، معاشی، معاشرتی معاملات، اخلاقیات کی سمجھ اور امور دینیہ کا تفقہ رکھنے والے ہوں۔ شرع شریف نے ایسے لوگون کی رائے کا احترام کیا ہے اور انہی لوگوں کی کثرت رائے شرعا معتبر ہے۔ جبکہ مروجہ انتخابات میں کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھنے والا ہو عالم ہو یا غیر عالم، متقی ہو یا ضمیر فروش، معزز ہو یا رذیل اس ایک کا ووٹ، اگر متقی کے مقابلہ میں زائد ہوجائے تو اس کے ایک ہی ووٹ کو اکثریت کا درجہ دے دیا جاتا ہے اور نتیجتاً غیر متقی شخص منتخب ہوجاتا ہے لہٰذا مروجہ انتخابات میں جس اکثریت کو ہار جیت کی بنیاد ٹھہرایا گیا ہے وہ اکثریت شرعا معتبر نہیں ہے۔ انتخابات کے موجودہ طریق کار میں امیدوار کے لئے جو تین شرطیں وضع کی گئی ہیں شرعا یہ تین شروط ناکافی ہیں اس لئے کہ مملکت اسلامیہ اور مسلمانوں کے امور

کے لئے شرع شریف نے اہل حل، عقد کا ایک معیار مقرر کیا ہے اور معیار، زہد، تقوی امانت، دیانت، شرافت اور تفقہ فی الدین ہے لہٰذا انتخابات کے موجودہ طریق کار میں جو شرطیں ہیں شرعاً وہ غیر معتبر ہیں۔ اسی طرح رائے دہندہ کے لئے وضع کردہ تین شرائط شریعت مطہرہ کے مقرر کردہ معیار کے مطابق نہیں ہیں اس لئے کہ موجودہ طریق کار میں ہر کہ، مہ بایں طور کہ کسی ایک یا کسی ایک یا کئی حسب، نسب سے مجہول اشخاص کے ووٹ سے اسلامی ملک کی قسمت کا فیصلہ ہو جائے شرعاً معتبر نہیں ہو سکتا۔

ووٹ کو اگر شہادت سے تعبیر کر دیا جائے تو حسب، نسب سے مجہول اور فاسق وفاجر کی شہادت کو شرعاً یہ درجہ حاصل نہیں کہ اس کی اداء شہادت سے شرعی ضروریات کا تقاضہ پورا ہو سکے۔ **"والفاسق لا یصلح لامر الدین ولا یوثق باوامرہ ونواھیہ۔"** (شرح المقاصد ص ۲۷۷ ج ۲)

ترجمہ: فاسق نہ دینی معاملات، کی ذمہ داری کی صلاحیت رکھتا ہے اور نہ ہی دین کے اوامر، نواہی میں اس کا کوئی قول معتبر ہوتا ہے۔ لہٰذا انتخابات کے موجودہ طریق کار میں رائے دہندہ کے لئے جو شرائط اہلیت ہیں وہ شرعاً ناکافی اور غیر معتبر ہیں۔ انتخابات سے متعلق تمام جزئیات کے بیان کے بعد انتخابات کے موجودہ طریق کار کا عدم جواز شرعاً ثابت ہو گیا۔

انتخابات کا اسلامی طریق کار

اسلام میں انتخابات کا تصور اور جائز صورتیں۔

انتخابات کا معنیٰ عرفی۔ کسی شخص یا کسی شے کو کسی اہم مقصد کے حصول کے لئے مقرر کرنا۔

اسلام انتخابات کے معنیٰ عرفی کا تصور پیش کرتا ہے اور شرع شریف نے اس تصور کو

قبول کرنے کی ترغیب بھی دی ہے۔ ارشاد ربی ہے۔ **"وشاورهم فی الامر وامرهم شوری بینهم** (القرآن)

ترجمہ: کہ کسی بھی اہم مقصد کے حصول کی راہ کا تعین یا کسی شخص کا تقرر باہمی مشورہ سے کریں۔ یہ باہمی مشورہ ہی انتخابات کا اسلامی تصور ہے۔

انتخابات کے اسلامی تصور کی صورتیں

شق اول کے جواب سے پہلے تمہیدی مقدمہ میں بیان کیا چکا ہے کہ اسلاف رحمہم اللہ تعالی نے اقامۃ دین کو نصب امام سے تعبیر کیا ہے اور نصب امام ہی ملکۃ اسلامیہ کا مقصود ہوتا ہے کہ اسی سے اقامت دین تحفظ حدود اللہ اشاعت سنت اور اسلامی روایات کی ترویج شعائر اسلام کا تقدس یقینی ہوتا ہے چنانچہ ماضی قریب کے محقق حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اہم مقصد کے حصول کی چار صورتیں بیان فرمائی ہیں ان چار صورتوں میں سے تین صورتیں خلفاء راشدین علیہم الرضوان کے تقرر سے حاصل ہوئی ہیں جبکہ ایک صورت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے تقرر سے حاصل ہوئی ہے۔ انہی صورتوں میں سے کوئی بھی صورت جو اقتضاء حالات کی مقتضی ہو اسے اختیار کیا جائے تو شرعی ضرورت (نظام اسلام کا نفاذ) پوری ہوسکتی ہے۔ اور مملکت میں رہنے والے تمام مسلمانوں سے (نفاذ اسلام کا) فرض ادا ہوسکتا ہے۔ یا شرع شریف کے مطالبہ کے مطابق کا نفاذ فی الفور کردیا جائے۔

انتخابات کے اسلامی طریق کار کی چار صورتیں

انعقاد خلافت بچہار طریق واقع شود

(۱) طریق اول بیعت اہل حل ، عقد ہست از علماء وقضاۃ

وامراء وجوہ ناس کہ حضور ایشاں میسر شود واتفاق اہل حل ،عقد جمیع بلاد اسلام شرط نیست۔

ترجمہ: علماء، قضاۃ اور امراء، معززین جن کو جمع کیا جا سکتا ہو وہ لوگ اپنی صوابدید پر کسی (شرائط، صفات کے حامل) کو منتخب کردیں ایسے شخص کے انتخاب کے لئے ملک کے تمام شہریوں کی (اتفاق) رائے لینا ضروری نہیں۔

(۲) طریق دوم: استخلاف خلیفہ ہست مستجمع شروط را یعنی خلیفہ عادل بمقتضائے نصح مسلمین را از میان مستجمعین شرط خلافت اختیار کنند وجمع نماید مردمان او نص کند باستخلاف وے ووصیت نماید باتباع دے۔

ترجمہ: دوسری صورت یہ کہ خلیفہ (حاکم وقت) منصب خلافت کے اہل لوگوں کو جمع کرے اور انہی میں سے کسی ایک کو اپنی وفات کے بعد خلیفہ (حاکم وقت) مقرر کرے اور باقی لوگوں کو اس کی اتباع کی وصیت کرے۔

(۳) طریق سوم: شوریٰ است وآن آنست کہ خلیفہ شائع گرداند خلافت را، درمیان جمعی از مستجمعین مشروط وگوید از میان ایں جماعتہ ہر کرا اختیار کنند خلیفہ اوباشد الخ۔

ترجمہ: تیسری صورت یہ ہے کہ خلیفہ (حاکم وقت) خلافت کی شرائط، صفات کے حامل لوگوں کو جمع کرے اور منصب خلافت انہی لوگوں میں عام کرتے ہوئے کہے کہ (میری وفات کے بعد) انہی لوگوں میں سے جسے چاہیں خلیفہ (حاکم وقت) بنالیں۔

(٤) طریق چہارم: استیلاء است چوں خلیفہ بمیرد و شخصے متصدی خلافت گردد بغیر بیعت واستخلاف وہمہ رابر

خود جمع سازد یا تیلاف قلوب یا بقہر ونصب قتال خلیفہ شود۔(ازالۃ الخفاء ص ۵ ج ۱)

ترجمہ: چوتھی صورت یہ ہے کہ خلیفہ (حاکم وقت) جب فوت ہو جائے اور کوئی (خلافت کا اہل) شخص از خود خلافت (حکومت) کا دعوی دار بن جائے جبکہ اسے نہ تو خلیفہ سابق نے مقرر کیا ہو اور نہ ہی لوگوں نے اسے منتخب کیا ہو، لیکن وہ تالیف قلوب یا قہر، رعب کی وجہ سے لوگوں اپنی خلافت (حکومت) پر متفق بنا لے۔

یہ چار صورتیں ازالۃ الخفاء شرح المقاصد، النبراس شرح الشرح العقائد، دیگر معتبر کتب میں مذکور ہیں۔ خلافت راشدہ کے مختلف ادوار سے ان چار صورتوں کا انطباق اس طرح ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب (بیان کردہ) پہلی صورت کے مطابق ہوا۔ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر (بیان کردہ) تیسری صورت کی روشنی میں فائز ہوئے اور چوتھی صورت (بیان کردہ) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ منتخب ہوئے۔ انتخابات کے مروجہ طریق کار کی تمام جزئیات کے تفصیلی جائزہ اور شرعی نقطہ نظر سے بحث اور بیان ادلہ سے انتخابات کے موجودہ طریق کار کا بطلان ثابت ہو گیا

انتخابات کا اسلام میں تصور اور چار صورتیں خلافت راشدہ کے طریق کار سے بیان ہوئیں۔ لہٰذا شرعی تقاضہ یہ ہے کہ اسلامی ملک (پاکستان) میں نظام اسلام کا نفاذ صحیح معنوں میں ہو۔ چاہے سربراہ مملکت نظام اسلام نافذ کر دے یا علماء، مشائخ اور عامۃ المسلمین اتنی موثر مبنی بر خلوص کوشش کریں کہ نظام اسلام نافذ ہو جائے۔ یا بیان کردہ چار صورتوں میں سے کسی ایک صورت کے مطابق نظام اسلام کے نفاذ کا اہتمام کیا جائے۔" **هذا ما ظهر لي من الكتب المتداولته والفتاوى المعتبرة عندالاحناف وعلم العقائد وعلم**

الکلام والعلم عنداللہ تعالی وعلمہ جد مجدہ اتم واکمل وصلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد وعلی آلہ اصحابہ اجمعین۔"

محمد طیب ارشد عفی عنہ
مہتمم جامعہ اسلامیہ عرفان العلوم
مدنی عیدگاہ، کلورکوٹ ضلع بھکر

جناب مولانا محمد وسایا الخطیب صاحب

جماعت اہلسنت کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

الجواب: **"اللھم اجعل لی النور والصواب"**

(۱) کیا اس وقت پاکستان میں اسلامی آئین نافذ ہے یا نہیں؟

جواب: فی الوقت پاکستان میں اسلامی آئین مجموعی طور پر نافذ العمل نہیں ہے۔

(۲) آئین کے نفاذ کی شرعی حیثیت اور ضرورت کیا ہے؟

جواب: مسلمانوں کو جب اللہ تعالی ملک ریاست عطا فرمائے تو اس وقت مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ احکام الہی کے نفاذ کے لئے شرعی تقاضوں کے مطابق امام مقرر کریں جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔ **"الذین ان مکنھم فی الارض اقاموالصلوۃ واتوالزکوۃ وامروابالمعروف**

ونهوا عن المنكر ولله عاقبة الامور" (سورۃ الحج آیت ۴۱)

ترجمہ: وہ لوگ کہ انہیں ہم اقتدار بخشیں زمین میں تو وہ صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوۃ اور حکم کرتے ہیں لوگوں کو نیکی کا اور روکتے ہیں انہیں برائی سے اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہے سارے کاموں کا انجام۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہل اقتدار پر تنفیذ احکام الٰہی لازم ہیں۔ اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ ریاست اسلامی میں امام عادل کا تقرر کریں۔

حدیث شریف میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **"الاسلام والسلطان اخوانان توامان لا يصلح واحد منهما الا بصاحب فالاسلام اس والسلطان حارس ومالااس له ليهدم وما لاحارس له ضائع۔"** (کنزالعمال)

اسلام اور حکومت وریاست دو جڑواں بھائی ہیں۔ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔ پس اسلام کی مثال ایک عمارت کی ہے اور حکومت گویا اس کی نگہبان ہے جس عمارت کی بنیاد نہ ہو وہ گر جاتی ہے اور جس کا نگہبان نہ ہو۔ وہ لوٹ لیا جاتا ہے۔

فقہاء کرام متفقہ طور پر نصب امامت کو فرض قرار دیتے ہیں اور اس بارے میں کوتاہی ایک دینی حکم کی بجا آوری میں کوتاہی ہے۔

علامہ ابن حزم اپنی کتاب الفصل بین الملل والنحل میں لکھتے ہیں۔ **"اتفق جميع اهل السنة وجميع المرجيه وجميع الشيعه وجميع الخوارج على وجوب الامامة وان الامامة واجب عليها الانقياد لامام عادل يقيم احكام الله**

ویسوسھم باحکام الشریعه التی اتی بھا رسول الله صلی الله علیه وسلم" (الفصل بین الملل والنحل، ج ٤ ص ٨٧)

تمام اہل سنت و مرجیہ، شیعہ اور خوارج سب کا اتفاق ہے کہ نصب امام واجب ہے۔اور یہ امت پر ایسے امام عادل کی اطاعت واجب ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے احکام قائم کرے اور ان احکام شریعت کے مطابق ان کا سیاسی نظام قائم کرے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔

شرح عقائد نسفی میں ہے "**الاجماع علی ان نصب الامام واجب.........لقوله علیه السلام من مات ولایعرف امام زمانه فقد مات میته جاهلیة ولان الامة قدجعلوا اهم المهمات بعد وفات النبی علیه السلام نصب الامام حتی قدموه علی الدفن وکذا بعد موت کل امام ولان کثیرا من الواجبات الشرعیه یتوقف علیه کما اشار الیه بقوله والمسلمون لابدلهم من امام یقوم بتنفیذ احکامهم واقامة حدودهم وسد ثغورهم وتهجیز جیوشهم واخذ صدقاتهم وقهر المتغلبة والمتلصصه وقطاع الطریق واقامة الجمع والاعیاد وقطع المنازعات الواقعه بین العباد وقبول الشهادات القائمة علی الحقوق وتزویج الصغار والصغائر الذین لااولیاء لهم وقسمة الغنائم**

ونحو ذالك من الامور التی لا یتولاها احاد والامة۔"

ترجمہ: اس پر اجماع ہے۔ کہ مقرر کرنا امام کا واجب ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق جو شخص مر جائے اور اس کو اپنے امام کی خبر نہ ہو۔ چہ جائیکہ وہ اس کی اتباع کرے لہٰذا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

دیگر یہ کہ امت نے نصب امام کو اہم المہمات گردانا یہاں تک کہ نصب امام کو نبی کریم ﷺ کی تدفین و تکفین پر بھی مقدم کیا۔ ایسے ہی ہر امام کی موت کے بعد اور اس لئے بھی کہ کثیر واجبات شرعیہ اس پر موقوف ہیں۔ جیسا کہ ارشاد کیا مصنف نے اپنے قول کے ساتھ کہ مسلمانوں کے لئے امام کا ہونا ضروری ہے تا کہ احکام مسلمین کی تنفیذ کر سکے مثلاً حدود قائم کرنا، کفار کی سرحدوں کا انسداد کرنا۔ لشکروں کا اجتماع کرنا۔ صدقات کا مال لینا۔ باغیوں، چوروں اور ڈاکوں کو دفع کرنا (مغلوب کرنا) عیدوں و جمعات کا قیام بندوں کے درمیان جھگڑے ہوں ان کا فیصلہ کرنا۔ حقوق پر شہادت قائم کرنا صغار وصغائر جن کے اولیاء نہ ہوں ان کا نکاح کرنا۔ مال غنیمت تقسیم کرنا اور اس کی مثل وہ امور جن کا کوئی متولی نہ ہو امت میں ان کے لئے امام کی موجودگی ضروری ہے۔

امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں: **"واجمعو علی انه یجب علی المسلمین نصب خلیفة وجوبه بالشرع لا بالعقل"** (نووی شرح مسلم ص ۱۲۰ ج ۲)

ترجمہ: اور مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اس پر کہ واجب ہے۔ مسلمانوں پر خلیفہ کا مقرر کرنا اور اس کا وجوب شرع سے ثابت ہے عقل سے نہیں۔

اس کی مثل عبارت اشعة اللمعات شرح مشکوة باب الامارة ص ۳۰۱ ج ۳ اور احکام السلطانیه للماوردی ص ۵ میں ہے۔

مشہور فقیہ علامہ علاؤالدین الحصکفی الحنفی لکھتے ہیں "**نصبه اهم الواجبات فلذا قدمو علی دفن صاحب المعجزات ویشترط کونه مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا قادرا قریشا لا هاشمیا علویا معصوما ویکره تقلید الفاسق ویعزل به الا لفتنة**" (درمختار مع ردالمحتار ص ۴۰۵ ج ۱)

امام کا مقرر کرنا اہم ترین واجبات میں سے ہے۔ اس لئے صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ کی تدفین پر اسے مقدم کیا۔ اور امام کے لئے ان شرطوں کا ہونا ضروری ہے۔ مسلمان آزاد، مرد، عاقل، بالغ، قادر، اور قریشی ہونا، ہاشمی، علوی اور معصوم ہونا شرط نہیں ہے اور فاسق کی تقلید مکروہ ہے اور معزول کیا جائیگا فسق کی وجہ سے جبکہ فتنے کا خوف نہ ہو۔

قرآن حکیم کی آیہ مبارکہ حدیث شریف اور فقہائے کرام کی تصریحات سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اسلامی ریاست میں امام عادل کا تقرر مسلمانوں پر واجب ہے تا کہ وہ تنفیذ احکام خداوندی کرے یہ ایک شرعی حکم ہے۔ اگر اس سے پہلوتہی کی گئی۔ تو ساری قوم اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہوگی۔ اور ہر مسلمان برابر اس گناہ میں شریک ہو گا۔

سوال نمبر۲: اگر کسی ملک میں اسلامی آئین نافذ نہیں تو اس ملک کے عوام علماء اور مشائخ پر از روئے شرع کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ نیز اس ذمہ داری سے عہدہ برآنہ ہونے کی صورت میں ان کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: قواعد شرعیہ کے مطابق اگر کسی ملک کے امام کی امامت پر مسلمانوں کے اہل حل وعقد متفق ہو چکے ہوں۔ یعنی اس کی امامت پر اجتماع ہو چکا ہو۔ تو

اس کی اطاعت مسلمانوں پر واجب ہے۔اس کے برعکس جس کی امامت پر مسلمان متفق نہ ہوں۔تو سرے سے اس کی اطاعت ریاست کے مسلمانوں پر لازم نہیں ہے۔اگر حاکم کی ولایت پر مسلمان متفق ہو چکے ہوں۔اور بعد میں وہ احکام خداوندی کے خلاف حکم دیتا ہو۔تو مسلمانوں پر سمع واطاعت لازم نہیں ہے۔ایسے حاکم کے خلاف تحریک کب چلانی چاہئے اس کی کیا صورت ہے۔اسے بیان کیا جائے گا۔پہلے فاسق وظالم حاکم کے متعلق حکم کہ اس کی اطاعت مسلمانوں پر لازم نہیں ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

کہ۔"**واذابتلی ابراهیم ربه بکلمت فاتمهن قال انی جاعلك للناس اماما قال ومن ذریتی قال لا ینال عهدالظالمین**o (البقرہ ۱۲۴)

اور یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو انہوں نے وہ پوری کر دکھائیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں انہوں نے کہا میری اولاد میں سے بھی فرمایا میرا عہد ظالمین کو نہیں پہنچتا۔

اس آیت کریمہ کے مطابق علماء اسلام نے تصریح کی ہے کہ ظالم وجابر اور فاسق وفاجر امامت وخلافت کے اہل نہیں ہو سکتے ایسے لوگوں کی امامت باطل ہے اور نہ ہی مسلمانوں پر ان کی اطاعت لازم ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ علیہ اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں "**ان الامام یکون اهل العدل والاحسان وفضل مع القوة علی القیام بذالك وهوالذی امر النبی صلی الله علیه وسلم الاینا زعوا لامراهله اما اهل الفسوق والجور فلیسوا له باهل**" (قرطبی)

ترجمہ: بیشک امام وہ ہوسکتا ہے جو عدل واحسان اور فضل جیسی صفات حسنہ سے متصف ہو۔ اوراس کے ساتھ اس میں حکومت کی ذمہ داریوں کو بجالانے کی قوت بھی ہوایسے ہی امام کے متعلق حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس سے مت جھگڑو لیکن جو فاسق وفاجر اور ظالم ہوں وہ امامت وخلافت کے اہل نہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں **"قال الجمهور من الفقهاء والمتكلمين الفاسق حال فسقه لايجوز عندالامامة له واختلفو فى ان الفسق الطارى هل يبطل الامامة ام لا؟ واحتج الجمهور على ان الفاسق لا يصلح ان تعقدله الامامة بهذه الاية"**

(تفسير كبير ص ٤٩٤ ج ١)

ترجمہ جمہور فقہاء کرام ومتکلمین نے فرمایا ہے کہ فاسق جو کہ اپنے فسق کی حالت میں ہو اس کے لئے امامت کا انعقاد جائز نہیں۔ اوراس فسق کے بارے میں جو امام پر بعد میں طاری ہو جائے اختلاف ہوا ہے کہ وہ اس کی امامت کو باطل کرتا ہے۔ یا نہیں تو جمہور نے اس آیت سے یہی استدلال کیا ہے۔ کہ بیشک فاسق اس کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ کہ اس کے لئے امامت منعقد ہو۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں **"قلنا معنى قوله لا ينال عهد الظالمين ان الفا سق وان كان امير افلا يجوزطاعته فى الظلم و المعصيته لقوله عليه السلام لا طاعته المخلوق فى معصية الخالق"** (تفسیر مظہری ص ۱۲۴ ج ۱)

ترجمہ: ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان لا ینال عهد الظالمین کا معنی یہ ہے کہ بیشک فاسق اگرچہ وہ امیر ہو اس کی اطاعت ظلم اور معصیت میں جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ کہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔

علامہ ابن کثیر الدمشقی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: **"وقال ابن خويز منداد مالكى الظالم لا يصلح لا يكون خليفة ولا حاكما ولا مفتيا ولا شاهدا ولا راويا"**

ابن خویز منداد المالکی فرماتے ہیں، ظالم خلیفہ نہیں بن سکتا، اور نہ حاکم مفتی گواہ اور نہ راوی حدیث ہو سکتا ہے۔

امام ابوبکر جصاص حنفی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: **"فثبت بدلالة هذه الآية بطلان امامة الفاسق وانه لا يكون خليفة وان من نصب نفسه فى هذا المنصب وهو فاسق لم يلزم الناس اتباعه ولا طاعته "** (احکام القرآن ص ۷۰ ج ۱)

(۲) **"ولا تطيعوا امر المسرفين ○ الذين يفسدون فى الارض ولا يصلحون"** (الشعرا)

ترجمہ: اور حکم نہ مانو حد سے گزر جانے والوں کا جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور صلح نہیں کرتے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ **"لاطاعة لمن عصى الله"** علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ آیت **"ولاتطيعوا امر المسرفين"** کے تحت فرماتے ہیں یعنی **"روساء هم وكبراء هم الدعاة لهم الى الشرك والكفر ومخالفة الحق۔"** یعنی ان

کے رئیس اور بڑے قائدین جوان کو شرک اور کفر کی دعوت دیتے ہیں اور حق کی مخالفت کی دعوت دیتے ہیں۔

پس اس آیت کی دلالت سے ثابت ہوا کہ فاسق کی امامت باطل ہے۔اور بلاشبہ وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا اور اگر وہ اپنے کو اس منصب پر مسلط کر دے تو لوگوں پر اس کی اتباع واطاعت لازم نہیں ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:" **ستكون عليكم امراء من بعدی یا مرونكم بما لا تعرفون ويعلمون بما تنكرون فليس اولئك عليكم بائمة۔**"

(السراج المنیر ص ۳۱٤ ج ۲)

میرے بعد عنقریب تم پر ایسے امراء مسلط ہونگے جو تمہیں ایسے امور کا حکم دیں گے جن میں تم بھلائی نہیں دیکھو گے۔اور ایسے عمل کریں گے جن کو تم برا جانو گے۔پس وہ تم پر امام نہیں یعنی ان کی اطاعت تم پر لازم نہیں۔حضرت طلحہ بن عبید فرماتے ہیں، میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا۔" **الايايها الناس لا يقبل الله صلوة امام حكم بغير ما انزل الله**"

(المستدرك ص ۸۹ ج ۲)

اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ جو حاکم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (قانون) کے علاوہ حکم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرتا۔

امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں:" **اجمع العلماء على وجوبها فی غير معصية وعلى تحريمها فی المعصية نقل الاجماع على هذا القاضی عياض واخرون۔**"

(نووی شرح مسلم ص ۱۲٤ ج ۲)

تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ امیر کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے اور معصیت میں حرام ہے۔ اس پر امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور دوسروں نے اجماع نقل کیا ہے۔

امام نووی دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں: "**قال القاضی عیاض رحمة الله علیه اجمع العلماء ان الامامة لا تنعقد لکا فر وعلی انه لو طرا علیه الکفر العزل قال وکذا لو ترک امامة الصلوة والدعا علیها قال وکذالک عند جمهورهم البدعه**" (نووی شرح مسلم ص ۱۲۵ ج ۲)

امام قاضی عیاض رحمة الله علیه فرماتے ہیں علماء کا اجماع ہے۔ کہ کافر کی امامت منعقد نہیں ہوتی تو اگر امام پر کفر طاری ہو جائے۔ تو معزول کر دیا جائے گا اور فرماتے ہیں، ایسے ہی اگر نماز قائم کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا چھوڑ دے تو بھی معزول ہوگا۔ اسی طرح جمہور کے نزدیک بدعت کا پایا جانا بھی ہے۔ یہی امام نووی رحمة الله علیه تیسرے مقام پر فرماتے ہیں: "**قال القاضی فلو طرأ علیه کفرا وتغیر للشرع او بدعة خرج عن حکم الولایة وسقطت طاعته ووجب علی المسلمین القیام علیهم القیام نخلع الکافر ولا یجب فی المبتدع الا اذا ظنرا لقدرة علیه فان تحققوا العجز طریحب القیام ولیهاجر المسلم عن ارضه الی غیرها ویفر بدینه**" (نووی شرح مسلم ص ۱۲۵ ج ۲)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر امام پر کفر طاری ہو جائے یا وہ شرح کو بدلنے یا بدعت کو رائج کرنے لگے تو وہ امام خود بخود ولایت وامامت سے خارج ہو جائے گا۔ اور مسلمانوں پر اس کی اطاعت ساقط ہو جائے گی اور مسلمانوں پر اس کی خلافت کے خلاف کھڑا ہو جانا واجب ہو جائیگا بشرطیکہ ان میں اس کی قدرت وطاقت ہو۔ اور اگر ایسا نہ ہو کہ سارے مسلمان اس کے خلاف کھڑے ہوں بلکہ کوئی چھوٹی جماعت کھڑی ہو تو اس پر کافر کا ہٹانا تو واجب ہوگا اور مبتدع کا ہٹانا اس وقت واجب ہو گا جب اس جماعت کو اپنی قدرت کا ظن غالب ہو جائے۔ پس عجز وکمزوری متحقق ہو تو واجب نہیں پھر مسلمانوں کو چاہئے کہ اس ملک سے اپنے دین کو لے کر فرار ہو جائیں اور ہجرت کر جائیں۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ان الامام ینعزل بالفسق والجور وکذا کل انہ لا ینظر لنفسہ فکیف ینظر لغیرہ" (شرح عقائد ص ۱۱)

بیشک امام ظلم وفسق کی وجہ سے خود بخود معزول ہو جاتا ہے۔ اور ایسے ہی ہر قاضی اور امیر بھی اور اصل مسئلہ یہی ہے کہ فاسق ولایت وامامت کا اہل نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب وہ اپنی ہی ذات کا خیال نہیں رکھتا تو کسی اور دوسرے کا خیال کیسے رکھے گا۔ اگرچہ فاسق وفاجر امام وامیر کا خود بخود معزول ہو جانا مختلف فیہ ہے۔ لیکن اس کا مستحق عزل ہو جانا متفق علیہ ہے۔ چنانچہ علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ **"وکذا فی العزالہ بالفسق والاکثرون علی انہ لا ینعزل وھو المختار ومن مذھب شافعی رضی اللہ تعالی عنہ وابی حنیفہ وعن محمد رضی اللہ عنھما روایتان ویستحق العزل**

بالاتفاق" ایسے ہی فسق کی وجہ سے امام کا خود بخود معزول ہو جانا مختلف فیہ ہے۔اور اکثر اس پر ہیں کہ فسق سے خود بخود معزول نہیں ہوتا یہی مذہب مختار ہے۔امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کا اور امام محمد رضی اللہ عنہ سے اس امر میں دونوں روایتیں ہیں۔اور فاسق کا مستحق عزل ہو جانا متفق علیہ ہے۔یعنی اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

اللہ تبارک وتعالی اور اس کے رسول ﷺ خلفاء راشدین آئمہ عظام علماء امت رضی اللہ تعالی عنہم کے ارشادات سے ثابت ہوا کہ فاسق وفاجر، ظالم ومبتدع اور متغیر الشرع یہ صلاحیت ہی نہیں رکھتا کہ وہ مسلمانوں کا امام وامیر ہو سکے اس کی امامت باطل اور اس کی اطاعت واتباع ناجائز ہے۔اور اگر ظالم وفاسق شخص کسی وجہ اور طریقہ سے اس منصب امامت پر قائم ہو جائے یا قائم کر دیا جائے تو وہ امام عادل قرار نہیں پائے گا بلکہ وہ ظالم وفاسق ہی رہے گا۔ہاں اس پر خروج کرنے اور اس کے خلاف کھڑے ہونے کے سلسلے میں آئمہ کرام نے کتاب وسنت کی روشنی میں چند اصول وقواعد مقرر فرمائے ہیں۔اور وہ یہ ہیں کہ وہ ظالم وفاسق امام وامیر جس کا ظلم وفسق ذاتی وانفرادی ہو یعنی اس کی ذات تک محدود ہو اور اس کا اثر دوسرے حکام اور رعایا تک نہ پہنچتا ہو۔جیسا کہ بعض امراؔ ذاتی حد تک چھپ کر عیاشی اور بدکاری کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں مگر رعایا کے حقوق ومعاملات حکومت میں عدل وانصاف بھی کرتے ہیں۔تو محض ان کے پوشیدہ ذاتی فسق وفجور کی بناء پر اس پر خروج کرنا جائز نہیں۔کیونکہ اس کے عدل وانصاف کی وجہ سے بہر حال امارت کے مقصد کی تکمیل تو ہو ہی رہی ہے۔اگرچہ ذاتی فسق وفجور میں مبتلا ہونے سے وہ سخت گنہگار ہے۔اور عند اللہ مستحق سزا ہے۔

احادیث مبارکہ میں جو آیا ہے کہ ظالم وفاسق امام وامیر سے جھگڑا نہ کرو بلکہ اس کی

بات سنو اور مانو اس سے مراد ایسا ہی امام وامیر ہے چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا اے عبادہ "**اسمع واطع عسرك ويسرك ومنشطك ومكرهك واثرة عليك وان اكلو مالك وضربواظهرك الا ان تكون معصيت الله بواحا**" (کنزالعمال ص ٤٦٧ ج ٥)

یہی روایت الفاظ کے اختلاف کے ساتھ (مسلم شریف ص ١٢٥ ج ٢ بخاری شریف ص ١٠٦٩ ج ٢، مشکوۃ کتاب الامارہ ص ٣١٩ ج ١) میں ہے کہ امام وقت کی سنو اور اطاعت کرو مشکل وآسانی اور خوشی وناخوشی میں اور اس کو اپنے اوپر ترجیح دو اگرچہ وہ تمہارا مال کھائیں اور تمہاری پیٹھ پر ماریں مگر یہ کہ کھلم کھلا اللہ کی نافرمانی ہو۔

اس ارشاد گرامی سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ امام وامیر جب اعلانیہ طور پر فسق وفجور کا ارتکاب کرنے لگے تو پھر اس کو ماننا اور اس کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے اور وہ امام وامیر جس کا ظلم وفسق اس کی ذات سے گزر کر حکام اکابر امت اور عام لوگوں تک پہنچے اور اثر انداز ہونے لگے تو اس صورت میں اگر وہ خود بخود معزول نہیں بھی ہوتا.........تو مستحق عزل تو بالاتفاق ضرور ہو جاتا ہے۔ اور اگر مسلمان قدرت وطاقت رکھتے ہوں۔ تو ان پر اس کا ہٹانا اور ان کی جگہ عادل امام مقرر کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور اگر قدرت وطاقت فتنہ وفساد اور جانوں کے ضیاع کے خوف کی وجہ سے خروج نہ کریں۔ کیونکہ اس صورت میں وہ معذور بھی ہیں اور بہت زیادہ نقصان کا اندیشہ بھی ہے اس کی تفصیل آگے بیان کی جائے گی سردست ظالم کے خلاف جبکہ اس کی حکومت وولایت میں کھلم کھلا شریعت مطہرہ کی خلاف ورزی ہو رہی ہو تو اس وقت علماء مشائخ کا

خاموش رہنا "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" سے واضح طور پر انحراف ہے۔ قرآن پاک کی آیات مبارکہ اور احادیث مبارکہ اس پر شاہد عادل ہیں کہ ظلم کو دیکھ کر ظلم کے خلاف آواز نہ اٹھائیں تو اس وقت عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ اس سلسلے میں چند احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: **"افضل الجهاد من قال كلمة حق عند السلطان الجائر"**

(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوۃ)

افضل جہاد اس کا ہے جو ظالم بادشاہ کے پاس حق بات کہے۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔ **"یاکعب بن عجره اعیذك بالله من امارة السفهاء قلب یا رسول الله وما امارة السفهاء قال یوشك ان تکون امرا ان حدثوا كذبو وان عملو اظلموا فمن جاء هم تصدقهم بكذبهم واعانهم على ظلمهم فليس منى وليست منه ولا يرد على حوضى غدا ومن لم ياتهم ولم تصدهم ولم يعنهم على ظلمهم فهو منى وانا منه وهو يرد على حوضى غدا"** (كنز العمال ص ٤٧٧ ج ٥)

ترجمہ: اے کعب بن عجرہ میں تجھ کو بیوقوفوں کی حکومت سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ وہ بیوقوفوں کی حکومت کیا ہے؟ فرمایا عنقریب ایسے امراء ہوں گے کہ بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے عمل کریں گے تو ظلم

کریں گے پس جو ان کے پاس آکر ان کے جھوٹ کی تصدیق کریگا اور ظلم پر ان کی مدد کرے گا۔ تو وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں ہوں۔ اور نہ وہ کل (قیامت کے دن) میرے حوض پر آیگا اور جو ان کے پاس نہیں آیگا اور نہ تو تصدیق کریگا اور نہ ان کے ظلم پر ان کی اعانت کرے گا وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ کل (قیامت کے دن) میرے حوض پر آیگا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا **"ان الناس اذا راؤ الظالم فلم یاخذوا علی یدیه اوشك ان یعمهم الله لعقاب"**

(ابو داؤد ص ۲۱۷ ج ۲)

جب لوگ کسی ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب عام بھیج دے۔

حضرت عمرو بن ہشم فرماتے ہیں کہ بیشک میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے۔ **"یقول ما من قوم یعمل فیهم بالمعاصی ثم یقدرون علی ان یغیروا ثم لا یغیروا الا یوشك ان یعمهم الله منه بعقاب"** (ابو داؤد ص ۲۱۷ ج ۲)

فرماتے تھے ہر وہ قوم جس میں گناہ ہونے لگ جائیں پھر اس قوم کے لوگ جو گناہ کو نیکی سے بدلنے کی طاقت رکھتے ہوں نہ بدلیں تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب عام نازل کردے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **"اهل الجور واعوانهم فی النار"** (المستدرك ص ۸۹ ج ٤)

اہل جور وستم اور ان کے مددگار دوزخ میں ہوں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **"من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه وان لم يستطع فبقلبه وذالك اضعف الايمان"** (مشکوۃ ص ٤٣٦)

تم میں سے جو شخص بھی برائی دیکھے تو چاہئے کہ وہ اسے اپنی قوت بازو سے بدلے اور اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اس کی مذمت کرے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہیں ہے۔ تو دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔

اگر حاکم ظالم و جابر اور فاسق و فاجر ہے۔ اور احکام اسلامیہ کی کھلم کھلا نافرمانی کرتا ہے۔ عدالتوں میں اسلامی قوانین کی جگہ غیر اسلامی قوانین کے مطابق فیصلے ہوتے ہوں تو اس کے خلاف علماء و مشائخ کی کوئی جماعت علم بغاوت بلند کرے گی جن کا مقصد حکومت کے ظلم و ستم کا خاتمہ اور عدل و انصاف بحال کرنا ہے۔ تو اس بارے میں فقہاء کرام کی آراء مختلف ہیں۔ اکثر فقہائے کرام کی رائے یہ ہے کہ جب کوئی شخص ایک بار خلیفہ بن جائے۔ اور اس کی وجہ سے ملک میں امن و امان قائم ہو جائے تو اس کے خلاف بغاوت کرنا خواہ وظالم اور فاسق ہی ہو جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس بغاوت سے اصلاح کی بجائے فساد کا اندیشہ زیادہ ہے۔ اس بغاوت سے فتنہ کی آگ بھڑک اٹھے گی۔ اور سارا ملک اس کی لپیٹ میں آجائے گا۔ قتل و غارت کا بازار گرم ہو گا۔ صدہا بے گناہ مارے جائیں گے آباد بستیاں ویران ہو جائیں گی۔ اس لئے ضروری ہے کہ لوگ اس فرمانروا کی امداد کریں تا کہ ملک کا وجود ہی خطرہ میں نہ پڑے۔

لیکن بہت سے جلیل القدر علماء و فقہاء کا یہ فتوی ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ اس گروہ کے سرخیل ہیں۔ کہ ظالم حکمران کے خلاف اگر صالحین کا کوئی گروہ اٹھ کھڑا ہو تو

ان کی امداد کی جائے گی۔تا کہ کامیابی سے ظالم وفاسق کومسند اقتدار سے ہٹا کر ملک میں پھر از سر نو امام عادل کا تقرر کر کے احکام شرعیہ کا نفاذ کر سکیں۔اگر مسلمانوں کی کوئی بڑی طاقتور جماعت امام المسلمین کی اطاعت سے نکل جائے تو امام المسلمین پر لازم ہے کہ اول ان کی شکایت سنے۔ان کو کوئی شبہ یا غلط فہمی پیش آئی ہے۔تو اس کو دور کرے۔اور اگر وہ اپنی مخالفت کی ایسی وجوہ پیش کریں جن کی بنیاد پر کسی امام وامیر کی مخالفت شرعا جائز ہے۔یعنی جن سے خود امام المسلمین کا ظلم وجور ثابت ہوتو عام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس جماعت کی حمایت کریں۔تا کہ امام اپنے ظلم سے باز آجائے بشرطیکہ اس کے ظلم کا ثبوت بلا کسی اشتباہ ثابت ہو جائے۔(کذا قال ابن الهمام مظهری) اور اگر کوئی ایسی واضح وجوہ اپنی بغاوت اور عدم اطاعت کی بیان نہ کر سکیں اور امام المسلمین کیخلاف جنگ کے لئے تیار ہو جائیں تو مسلمانوں کو ان سے قتال کرنا حلال ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب تک وہ قتال خود شروع نہ کریں اس وقت تک مسلمانوں کو ان سے قتال کی ابتداء کرنا جائز نہیں۔(مظہری)

یہ حکم اس وقت ہے، جبکہ اس جماعت کا باغی اور ظالم ہونا بالکل یقینی اور واضح ہو۔اور اگر صورت ایسی ہے کہ دونوں فریق کوئی شرعی حجت رکھتے ہیں اور متعین کرنا مشکل ہے کہ ان میں کون باغی ہے،کون عادل، وہاں جس شخص کو کسی جانب رجحان نہ ہو۔وہ دونوں سے الگ رہے۔جیسا کہ مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے وقت جنگ جمل اور جنگ صفین میں پیش آیا۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **"اذا اجتمعت طائفة لهم قوة ومنعة وخرجوا عن اطاعة الامام دعاهم الى العود وكشف شبهتهم فان ابدوا ما**

یجوزلهم القتال کان ظلمهم الامام وظلم غیرهم ظلما لا شبهة فیه یجب علی الناس ان یعینوهم حتی ینصفجم الامام ویرجع عن جوره کذا قال ان الهمام وان لم یبدوا ذالك وتحیرو اللقتال مجتمعین حل لنا قتالهم بدا وقال الشافعی لا یجوز قتالهم حتی ابتداوبالقتال وهو قول مالك واحمدواکثر اهل العلم لان قتل المسلم لا یجوز الادفعاوهم مسلمون" (تفسیر مظهری ص۲۹ ج۹)'

'**فلوا بدوا ما یجوزلهم القتال کان ظلمهم او ظلم غیرهم ظلما لا شبهة فیه لا یکولون بغاة ولا یجوز معاونة الامام علیهم حتی یجب علی المسلمین ان یعینوهم حتی ینصفهم ویرجع عن جورهم**" (البحر الرائق ص۱۴۰ ج۵)

نوٹ: مندرجہ بالا عبارات کا مفہوم پہلے آچکا ہے اس لئے ترجمہ نہیں لکھا گیا اگر ان شرائط کے ساتھ جو فقہاء کرام نے بیان کی ہیں۔ کہ بڑی جماعت اس وثوق کے ساتھ ظالم وفاسق امام کے خلاف کھڑی ہو جاتی ہے۔ تو مسلمانوں پر اس جماعت کی مدد کرنا لازم ہے۔ اگر دوران تحریک ظلم وجور کے خلاف کوشش کرنے والے زخمی ہو جائیں یا کام آجائیں۔ تو وہ عند اللہ شہید ہوں گے اور انہیں وہی درجہ ملے گا جو دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کرنے والوں کو ملتا ہے۔ اگر کسی بڑی جماعت کی قیادت کرنے والے لوگ ظلم وجور اور شریعت کی بالادستی کے لئے میدان عمل میں نہیں اتریں گے۔ تو

عنداللہ مجرم ہوں گے۔ اور مداہنت فی الدین کے مرتکب ہوگے۔ مداہنت فی الدین کے متعلق احادیث میں وعید شدید وارد ہوئی ہے۔ جیسا کہ اہل علم پر واضح ہے۔ ہر زمانے میں صاحب عزیمت ہوتے ہیں جو سر فروشی کی رسم ادا کرتے ہوئے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے میدان میں اتر آتے ہیں۔ اگر سب علماء ومشائخ رخصت پر عمل کریں تو اس دین کی سربلندی اور اس کے قوانین کے نفاذ کی ذمہ داری کس پر ہوگی تاریخ گواہ ہے کہ ہر زمانے میں صاحب عزیمت ہستیوں نے مسلمانوں کی رہنمائی کی۔ اور باطل کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اسوۂ حسینی کو زندہ کر دکھایا۔

حقیقت ابدی ہے مقام شبیری
بدلتے رہتے ہیں انداز کوفی و شامی
کارگہ حیات میں کیا کوئی غزنوی نہیں
بیٹھے ہیں کب سے منتظر دیر وحرم کے سومنات
موسیٰ و فرعون و حسین و یزید
ایں دو قوت ہر زمان آمد پدید

(اقبال)

سوال نمبر ۳: کیا مروجہ طریقہ انتخاب اسلامی ہے یا نہیں؟ نیز اس میں امیدوار اپنے آپ کو عہدہ کے لئے پیش کرتا ہے۔ اپنی کامیابی کے لئے مہم چلاتا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے جعلی ووٹنگ، ووٹوں کی خرید وفروخت، نتائج کی تبدیلی جیسے امور سے کام لیتا ہے۔

نیز اسلامی طریقہ انتخاب کیا ہے؟

الجواب: موجودہ مروجہ طریقہ انتخاب ہرگز اسلامی نہیں ہے۔ اسلام میں

کس نا کس نہ تو رائے دینے کا اہل ہے۔ اور نہ ہی از خود امیدوار بن سکتا ہے۔ اسلامی طریقہ انتخابات نہ تو مغربی جمہوری پارلیمانی نظام سے مطابقت رکھتا ہے اور نہ ہی زمانہ جاہلیت کی شخصی بادشاہتوں کی طرح مطلق العنان حکمرانی کی اجازت دیتا ہے۔ اسلام کا نظام حکومت شخصی حکومت و بادشاہت اور مغربی جمہوریت دونوں سے الگ ایک نہایت جامع اور معتدل دستور ہے مغربی جمہوریت کی طرح عوام کو ہر طرح کے اختیارات نہیں اہل شوری پہ کچھ پابندیاں عائد فرمائی ہیں۔ اسلام کا نظام حکومت شورائی ہے۔ جس میں اہل الرائے، افراد منتخب کئے جاتے ہیں۔ جو خلیفہ یا امام عادل کا انتخاب کرتے ہیں۔ ہر شخص رائے دینے کا حق نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **"وامرهم شوری بينهم "** (الشوری ۳۸) اور ان کا کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے۔ خطیب بغدادی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی کہ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا۔ **"قلت یا رسول اللہ ﷺ الامر ينزل بنا بعدك لم ينزل فيه قرآن ولم يسمع منك فيه شي قال اجمعوا العابدين من امتی واجعلوه بينكم شوری ولا تقضوا برای واحد"** (روح المعانی) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے بعد معاملہ ایسا پیش آجائے جس کے متعلق نہ قرآن میں کچھ اترا ہو اور نہ آپ سے کوئی بات سنی گئی ہو۔ فرمایا میری امت میں عبادت گذار لوگوں کو جمع کرو اور اسے آپس کے مشورے کے لئے رکھ لو اور کسی ایک شخص کی رائے پر فیصلہ نہ کرو اس حدیث کی بعض روایات میں فقہا و عابدین کا لفظ آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مشورہ ان لوگوں سے لینا چاہئے جو دین کی سمجھ بوجھ رکھتے ہوں۔ اور عبادت گذار ہوں۔ اس آیت میں لفظ امر مذکور ہے۔ اور لفظ امر کا اطلاق عربی زبان میں کئی معنوں پر ہوتا ہے۔ خاص کر ہر مہتمم بالشان قول و فعل کو شامل ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ **"ان الله يامركم ان تؤدالامانات الى اهلها"** (النساء ص ۵۸) اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں۔

تشکیل حکومت اور اصول انتخاب اس آیت میں ہر عہدے کے لئے

اہلیت رکھنے والے حضرات کے انتخاب کا ثبوت ہے۔علامہ قرطبی فرماتے ہیں:"**هذا آية من امارة الاحكام تضمنت جميع الدين والشرع**"

یہ آیت قرآن کریم کے اہم ترین احکام سے ہے۔اس کے ضمن میں دین وشریعت کی تمام تفصیلات سمیٹ کر رکھ دی گئی ہیں۔یہ آیت اپنے مفہوم میں وسیع تر ہے۔اس نے نہیں پہچانا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے اگر صاحب اقتدار حکومت ہو تو غریب و امیر قوی وضعیف میں مساوات قائم کرنا۔عدل کے ترازو کو تمام مخالف رجحانات کے باوجود برابر رکھنا۔حکومت کے عہدوں پر تقرر اور انتخابات کے لئے کنبہ پروری جماعتی حمایت اور دوست نوازی اور گروہی عصبیت کی بجائے صرف اہلیت وقابلیت کو معیار قرار دینا بھی اس حکم کی تعمیل میں داخل ہے۔علامہ قرطبی لکھتے ہیں:"**والاظهر فى الآية انها عامة فى جميع الناس فهى تتناول الولاة فيما عليهم من الامانت فى قسمة الاموال ورد الظلمات والعدل فى الحكومات**" (قرطبی)

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے تمام لوگوں کے لئے اور یہ شامل ہے۔حکمران کے لئے تقسیم اموال میں امانت والوں کے حوالے کرے اور فیصلوں میں ظلم سے بچیں اور عدل قائم کریں۔ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔"**ان اكرمكم عندالله اتقكم**" (الحجرات ۱۳)

درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے خلافت وامارت ایک امانت ہے۔خود رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو جب کہ انہوں نے آپ سے حاکم بنانے کی درخواست کی تو ارشاد فرمایا"یا اباذر انک ضعیف وانها امانۃ"(مشکوۃ) اے ابوذر تم کمزور ہو اور حکومت امانت ہے۔اور اس حدیث مبارکہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ عہدہ وامارۃ ایک امانت ہے۔اور اسے اس کے اہل کے سپرد کرنا لازمی امر ہے۔

اپنے آپ کو عہدے کے لئے پیش کرنا اور کامیابی کے لئے مہم

چلانا

اسلام میں عہدہ طلبی کی ممانعت ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ فرماتے ہیں۔(۱) **"لاتسأل الامارة فانك ان اعطيتها عن مسئلة وكلت اليها وان اعطيتها عن غير مسئلة اعنت عليها"** (بخاری،مسلم،مشکوۃ)

امارت وعہدہ نہ مانگو کیونکہ اگر تم طلب سے دیئے گئے تو تم اس کے حوالہ کیے جاؤ گے اور اگر تم بغیر طلب دیئے جاؤ گے تو اس پر تمہاری مدد کی جائیگی۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا **"انكم ستحرصون على الامارة وستكون ندامة يوم القيمة"** (مشکوۃ و بخاری شریف) (۳) حضرت موسیٰ سے روایت ہے۔ جس سے یہ الفاظ ہیں **"انا لا نولی علی هذا العمل احدا ساله ولا احداحرص عليه وفی رواية قال لا نستعمل علی عملنا من اراده"**

(بخاری،مسلم،مشکوۃ)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اسلام میں عہدہ طلبی اور کسی منصب کے لئے تگ ودو کرنا منع ہے۔ عہدے کے لئے مہم چلانا اور ناجائز حربے استعمال کرنا، دھونس، دھاندلی، گروہی عصبیت کی بنیاد پر کسی طرح بھی شرعی عمل نہیں ہوسکتا۔

شوریٰ

خلیفہ کے لئے شوریٰ کا ہونا لازمی امر ہے۔ اسلام کے نظام حکومت میں وہ امور جن کو شریعت نے متعین نہیں کیا ہے۔ وہ اہل شوریٰ کے مشورے سے انجام پاتے ہیں۔ جیسا کہ اس سے قبل آیات واحادیث کے حوالوں سے اسے پیش کیا جاچکا ہے۔

شوریٰ اور مشورہ کو اسلامی حکومت کے لئے اساسی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ حتیٰ کہ اگر امیر مملکت مشورہ سے آزاد ہوجائے یا ایسے لوگوں سے مشورہ لے جو شرعی نقطہ نظر سے مشورہ کے اہل نہ ہوں تو اس کا عزل کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔ اس لئے کہ

معاملات حکومت میں مشورہ لینا واجب ہے۔(ابن کثیر)

امام ابی عبداللہ قرطبی فرماتے ہیں: "**قال ابن عطیه والشوری من قواعد الشرعیه وعزائم الاحکام ومن لا یستشیر اهل العلم والدین فعزله واجب**" (قرطبی)

مشورہ شریعت کے مسلمہ اصولوں اور اہم ترین احکام سے ہے اور جو حاکم اہل علم ودینداروں سے مشورہ نہیں کرتا بلکہ خودرائی سے کام لیتا ہے۔ اسے معزول کردینا واجب ہے۔

اس کے بعد علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ خلفاء وحکام پر واجب ہے۔ کہ دینی معاملات میں علماء سے جنگی امور میں قائدین لشکر اور ماہرین حرب سے عام فلاح و بہبود کے کاموں میں سرداران قبائل سے اور ملک کی ترقی اور آبادی کے متعلق عقلمند وزراء اور تجربہ کار عہدیداروں سے مشورہ کریں۔ شوریٰ کی اہمیت اس سے بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو مشورہ کر لینے کا حکم فرمایا۔ "**وشاورهم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی الله ان الله یحب المتوکلین**" (سورۃ آل عمران ص ۱۰۹)

اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں اور جب آپ ارادہ کرلیں (کسی بات کا) تو پھر توکل کرو اللہ پر بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے توکل کرنے والوں سے۔

علامہ قرطبی اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "**ما امر الله لحاجة منه الی رائهم وانما اراد ان یعلمهم ما فی المشاورة من الفضل ولتقتدی به امته من بعده**"

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک ﷺ کو مشورہ کرنے کا حکم اس لئے نہیں فرمایا کہ حضور

پاک ﷺ اس کے محتاج تھے بلکہ اس میں حکمت یہ تھی کہ انہیں مشاورت کی شان کا پتہ چل جائے نیز یہ مشورہ سنت نبوی ﷺ بن جائے۔ اور امت مسلمہ اس کی اقتداء واتباع کرے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہوا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ **استرشدوا العاقل ولا تعصوه فتندموا** عقلمند آدمی سے مشورہ لو اور اس کے خلاف نہ کرو ورنہ ندامت اٹھانی ہوگی۔

اور اس سے پہلے جو حدیث گذر چکی، اس میں عابدین سے مشورہ کا حکم فرمایا گیا ہے۔ تو ان ہر دو احادیث سے معلوم ہوا کہ مجلس شوری کے ارکان میں دو وصف ضروری ہیں۔ ایک دیندار عابد اور دوسرا صاحب عقل ورائے ہونا۔ یعنی ذی رائے اور متقی ہونا اور اگر شرعی مسئلہ میں مشورہ درکار ہے تو فقیہہ ہونا بھی لازم ہے۔ مشوہ میں گنتی اور تعداد کی زیادتی کو نہیں بلکہ وقیع رائے کو دیکھا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعض وقت دلائل کے لحاظ سے اگر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے زیادہ مضبوط ہوتی تھی تو ان کی رائے پر فیصلہ فرماتے اور اکثر مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی رائے پر فیصلہ فرماتے حالانکہ مجلس میں اکثر صحابہ موجود ہوتے تھے جو عمر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے زیادہ ہوتے تھے۔ جبکہ مغربی جمہوریت میں اکثریت کی رائے کے مطابق فیصلہ لازمی ہوتا ہے اگر چہ وہ غلطی پر بھی کیوں نہ ہوں۔

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

فقط: وما علینا الا البلاغ

خادم العلماء والطلباء محمد وسایا الخطیب غفرلہ
مہتمم دار العلوم فیض نبوی ﷺ بکرا پیڑی، کراچی
۲۰ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ

پیر ۲۰ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ

جناب مولانا بشیر احمد چشتی صاحب

خطیب اعظم پنڈی گھیپ

محترم المقام جناب ناظم صاحب

قمر العلوم فریدیہ دریا آباد

سلام مسنون!

محبت نامہ بہ رنگ سوالنامہ موصول ہوا۔ جواباً عرض کرتا ہوں۔

(۱) اب تک ملک پاکستان میں اسلامی نظام کی بو تک بھی نہیں آئی جو کچھ بظاہر بتایا جاتا ہے وہ سب کچھ اسلام کے خلاف ایک مزاح ہے۔

(۲) اسلامی آئین قرآن پاک ہے۔ جس کا نفاذ کائنات ارضی پر خالق کائنات نے کر رکھا ہے۔ اس کے نیک بندے اس ہی کے تحت زندگی گذار رہے ہیں۔ فقط باغیوں اور سرکشوں کے لئے سزا بظاہر نہیں مل رہی۔ اس کی جوابدہی قبر اور حشر میں ہم سب کی ہوگی!۔

(۳) بہت ہی عجیب سوال ہے۔ درحقیقت علماء اور مشائخ ہی فرقہ واریت انانیت اور غفلت کی وجہ سے ذمہ دار ہیں! اسلام کی منشاء ساری دھرتی پر خدا تعالٰی کے دین کا نفاذ ہے۔ جب تک ساری دھرتی پر اسلام نافذ نہیں ہو جاتا جہاد ساقط نہیں ہوتا۔ افسوس کہ منبر و خانقاہ کے اکثر مقامات پر سب باتیں ہوتی ہیں۔ سوائے جہاد کے! جہاد کے بغیر مسلمان قوم کبھی سرخرو نہ ہوئی ہے نہ ہوگی! سب مسائل کے باوجود جذبہ جہاد کے بغیر مومن کی موت ایمان پر نہ ہوگی!

(۴) اسلامی نظام کے نفاذ کی سعی فرض اولین ہے۔ بشرطیکہ اسلام کو سمجھا جائے! محض ملا کا اسلام فساد اور فرقہ واریت پر مبنی ہے۔ حالانکہ اسلام تسلیم ورضا اور ایمان وسلامتی کا نام ہے!

فساد وفتنہ دعوے ملکیت سے پیدا ہوتا ہے۔ ترک دعوے سے نہیں ہوتا ہم سب خدا تعالیٰ کے خلیفہ فی الارض ہیں نہ کہ مطلق العنان مالک ہیں۔ ملائکہ نے اسی لئے عرض کیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ تو تو خلیفہ بنا رہا ہے اور یہ ملک بن بیٹھے گا۔ ساری کائنات ارضی پر دعوے ملکیت کا مزہ دیکھ لیں! تفصیلات کسی وقت پھر عرض کروں گا۔ قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں۔

(۵) کسی نہ نافذ کرنیوالے کے خلاف سعی کرنا ملت کی استطاعت اور بصیرت کے ساتھ وابستہ ہے۔ مروجہ سیاسی جماعتوں کا طریق تعاون اور مخالفت قطعی اسلام کے خلاف ہے! خدا تعالیٰ ہمیں اور کامل بصیرت وہمت عطا فرمادے۔

(۶) پاکستان میں مروجہ طریق انتخاب قطعی ظالمانہ اور اسلام کے صریح خلاف ہیں۔ اپنے آپ کو عہدہ کے لئے خود پیش کرنا اور ووٹوں کی بھیک مانگنا اہل ایمان کا شیوہ نہیں ہے۔ اس طرح کبھی بھی صالح اور لائق قیادت حاصل نہ ہوگی! اہل علم کو چاہئے کہ سب سے پہلے اسلام پر متفق ہوں۔ ترازو مارکہ، چابی مارکہ اور کھجور مارکہ اسلام سے محمد اور صدیق وعلی کا اسلام ہرگز نہ نظر آئیگا بالخصوص قرآن وحدیث کی روشنی میں تحقیق کریں کہ اقتصادیات اسلام اور انتخابات اسلام کا طریق کیا ہے! انشاء اللہ کوئی اختلاف نہ رہے گا۔

جب اسلام دین حق ہے اور ادیان دیگر باطل ہیں بے شک!

کمیونزم کے نزدیک نجی ملکیت ناجائز ہے! حالانکہ اس کی ریاست میں تمام ملت

کی تقدیر اور ملکیت چند ظالم بے ترس ہاتھوں میں مرکوز ہو جاتی ہے!

مغرب کے نزدیک انسان اپنی شی کا مطلق العنان مالک ہوتا ہے!

قرآن وحدیث کی رو سے ہر شے کا مالک اعلیٰ خدا تعالیٰ ہے اسی لئے سجدہ میں ''سبحان ربی الاعلی'' کا کئی بار اقرار کیا جاتا ہے۔

انسان فقط امین اور خلیفہ ہے۔ لہٰذا اس کی دی ہوئی صلاحیتوں سے جو مسلمان جو روزی کماتا ہے، مطلق العنان ہو کر تصرف نہیں کر سکتا بلکہ خالق کائنات کی مرضی کا پابند ہوتا ہے۔

اسلامی طریقہ انتخابات میں نیک اور صالح لوگ نمائندگان کا خود انتخاب کرتے ہیں۔ مروجہ طریقہ انتخابات میں نمائندہ خود بخود ٹھیکے دار ہو کر سامنے آجاتا ہے۔ ہر قسم کے ناروا طریقے اختیار کر کے نام نہاد بااختیار بن جاتا ہے بنیاد نمائندگی کی یہ ہے کہ معاشرہ خود تجویز کرے اخلاص کے ساتھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نام تجویز کیا اور سب نے تائید کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام مبارک سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تجویز کیا اور سب نے تائید کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھ افراد کے نام پیش کئے۔ امت نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو چن لیا۔ (علی ہذا القیاس)

پھر دہراتا ہوں کہ جب تک علماء اور مشائخ عظام محبت واخلاص کے ساتھ مل بیٹھ کر قرآن وحدیث کی روشنی میں اسلام پر متفق نہیں ہوں گے کامیابی ہرگز نہ ہوگی دین اسلام میں کوئی اختلاف نہیں، دیندارانِ اسلام میں اختلاف ہے۔ جو شخص خود کو نہیں بدلتا۔ دین کو بدلتا ہے اس کا انجام خدا کے ہاں جو ہوگا واضح ہے کیا میں یہ بات مکمل کر نہ کہہ دوں کہ اسلام کے نفاذ کی راہ میں میرے جیسے کم علم، نافہم اور بددیانت افراد ہی رکاوٹ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے خلوص میں اور برکتیں عطا فرمائے۔ ابھی ابھی بیٹھ کر

میں نے فوری طور پر آپ کی طرف سادہ عبارتوں کے ساتھ جوابات تحریر کیے ہیں۔اللہ تعالی سب لغزشوں کو معاف فرمادیں۔آیات واحادیث کے قطعی دلائل سے تحریر میں اجتناب کیا ہے تاکہ بات لمبی نہ ہو جائے۔

پھر کسی وقت موقع ملا تو تفصیل کے ساتھ آیات وآثار کی روشنی میں مزید باتیں عرض کروں گا۔

میری طرف سے سب احباب کو ہدیہ سلام مسنون۔

اگر کسی قسم کی کوئی کوتاہی نظریات میں یا تحریرات میں نظر آوے تو پردہ پوشی کرنا۔اس کی خو ہے۔خطا کرنا انسانی خاصہ ہے۔

"ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

والسلام"

دعا گو:

خادم العلماء

بشیر احمد چشتی (پنڈی گھیب)

جناب مولانا ابو النصر منظور احمد صاحب

مہتمم جامعہ فریدیہ ساہیوال

محب الفقراء عزیز قوم محمد زمان صاحب ناظم قمر العلوم فریدیہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبت نامہ ملا۔ آپ کے سادہ سوالات کے جوابات سادہ عبارت میں دینا ہی اچھا محسوس ہوا۔

اللہ کرے پاکستان میں اسلام نافذ ہو، تا حال اس دولت سے محروم ہیں۔

اسلام ہی حق آگاہی کا راستہ ہے جسے اختیار کئے بغیر حق شناسی ناممکن دنیوی کامیابی اخروی نجات کا انحصار اسی میں مضمر ہے۔

علماء ومشائخ عوام وخواص سبھی پر لازم ہے کہ اس کے نفاذ کے سلسلہ میں میدان میں آئیں اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا کریں۔

نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے سلسلے میں کام آنے والے مجاہدین، شہیدین، مقبولین بارگاہ ہیں۔

مروجہ طریق انتخاب کو اسلامی طریق انتخاب نہیں کہا جا سکتا۔

اسلامی طریق انتخاب معلوم کرنے کے لئے خلافت راشدہ کے راہنما اصولوں سے استفادہ کیا جائے۔

نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی راہ میں حائل ہونے والی ہر چھوٹی بڑی رکاوٹ کا ہٹانا نہایت ہی ضروری ہے وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ وسلم!

ابو النصر منظور احمد جامعہ فریدیہ ساہیوال

جناب مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب

مہتمم جامعہ نظامیہ لاہور

الجواب **"ھوالموفق للصواب"**

(۱) ابھی تک نافذ نہیں ہوا ہے۔

(۲) پاکستان بنتے ہی صاحبان اقتدار پر فرض ہو گیا تھا کہ سب سے پہلے یہ کام کرتے کیونکہ قرآن کریم کا صریح حکم ہے۔ **"من لم یحکم بما انزل الله فاولئک هم الفا سقون ۔ الظا لمون۔ الکا فرون"**

(۳) علماء و مشائخ اور عوام و خواص سب پر لازم ہے کہ اپنے مقدور بھر حکومت پر دباؤ ڈالیں کہ وہ جلد از جلد ملک میں اسلامی نظام کو نافذ کرے۔

(۴) اس مقصد کے لئے پر امن تحریک چلانا جائز۔ پر تشدد تحریک سے بحالت موجودہ ملک کے ہی چلے جانے کا اندیشہ ہے اگر ملک ہی چلا گیا تو نظام کس پر نافذ ہوگا۔

(۵) اسلامی نظام نافذ کرنے کے لئے اس پر دباؤ ڈالتے رہیئے۔ اگر وہ کوئی جائز کام کرتا ہے تو اس کے ساتھ تعاون کریئے اور ناجائز کاموں میں تعاون نہ کریئے بحکم قرآن۔ **"وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان** (۶) آپ نے انتخاب کا طریقہ اور اس میں کامیابی کے ذرائع اختیار کرنے کا ذکر کیا ہے وہ سب ناجائز ہیں۔ "قرآن کریم کا حکم ہے۔ **"امرهم شوری بینهم"** اور حدیث پاک میں ہے۔ **"المستشار موتمن"** کہ مسلمانوں کے معاملات

مشورہ سے طے ہونے چاہئیں اور مشورہ دینے والے یعنی ووٹر امانت دار ہونے چاہئیں لہٰذا صحیح حکومت وہی ہوگی جو درجہ بدرجہ امین ووٹروں سے منتخب ہو کر بنے گی۔ حاکم بھی امین ہوگے اور اس کے مشیر وزراء بھی امین ہوں گے۔ اور جو حکومت آپ کے ذکر کردہ طریقہ انتخاب سے وجود میں آئے گی جس کی ووٹر بھی خائن منتخب ہونے والے وزراء، مشیر اور حکام بھی خائن ہوں گے جس کا نتیجہ وہی ہوگا جو آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہر محکمہ میں غبن خیانت رشوت لوٹ مار عام ہے اللہ تعالی پاکستان کو محفوظ رکھے اس کی حکومت اور عوام وخواص کو اسلامی نظام نافذ کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

الجیب عبداللطیف عفی عنہ

مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری گیٹ لاہور

حقیقت ابدی ہے مقام شبیری
بدلتے رہتے ہیں انداز کوفی و شامی
کار گہہ حیات میں کیا کوئی غزنوی نہیں
بیٹھے ہیں کب سے منتظر دیر و حرم کے سومنات
موسیٰ و فرعون و حسین و یزید
این دو قوت ہر زمان آمد پدید


پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس


Open up
Democracy's coming

”جمہوریت از نظر اقبال“ (فارسی نظم)

اے بے فکرا! تو فکر کہاں سے لینا چاہتا ہے؟ پست فطرت لوگوں سے؟ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ چیونٹوں سے فطرتِ سلیمان (ع) نہیں ملتی۔ ”جمہوری نظام“ سے بھاگ اور کسی پختہ تر اور باصیرت کا غلام بن جا۔ جمہوریت میں پہلے عوام کو گدھا بنایا جاتا ہے اور پھر کہا جاتا ہے کہ (ووٹ دے کر اپنا) سوار چن لو۔ 200 گدھے مل کر بھی سوچیں تو انسان کی طرح نہیں سوچ سکتے ۔ جمہوریت کا بھوت جمہوری قبا پہن کر محوِ رقص ہے۔ (گدھا بنا چھوڑ اور) اور کسی امام کے پیچھے چل، رہبر کا پیرو بن۔

جمہوریت لعنت

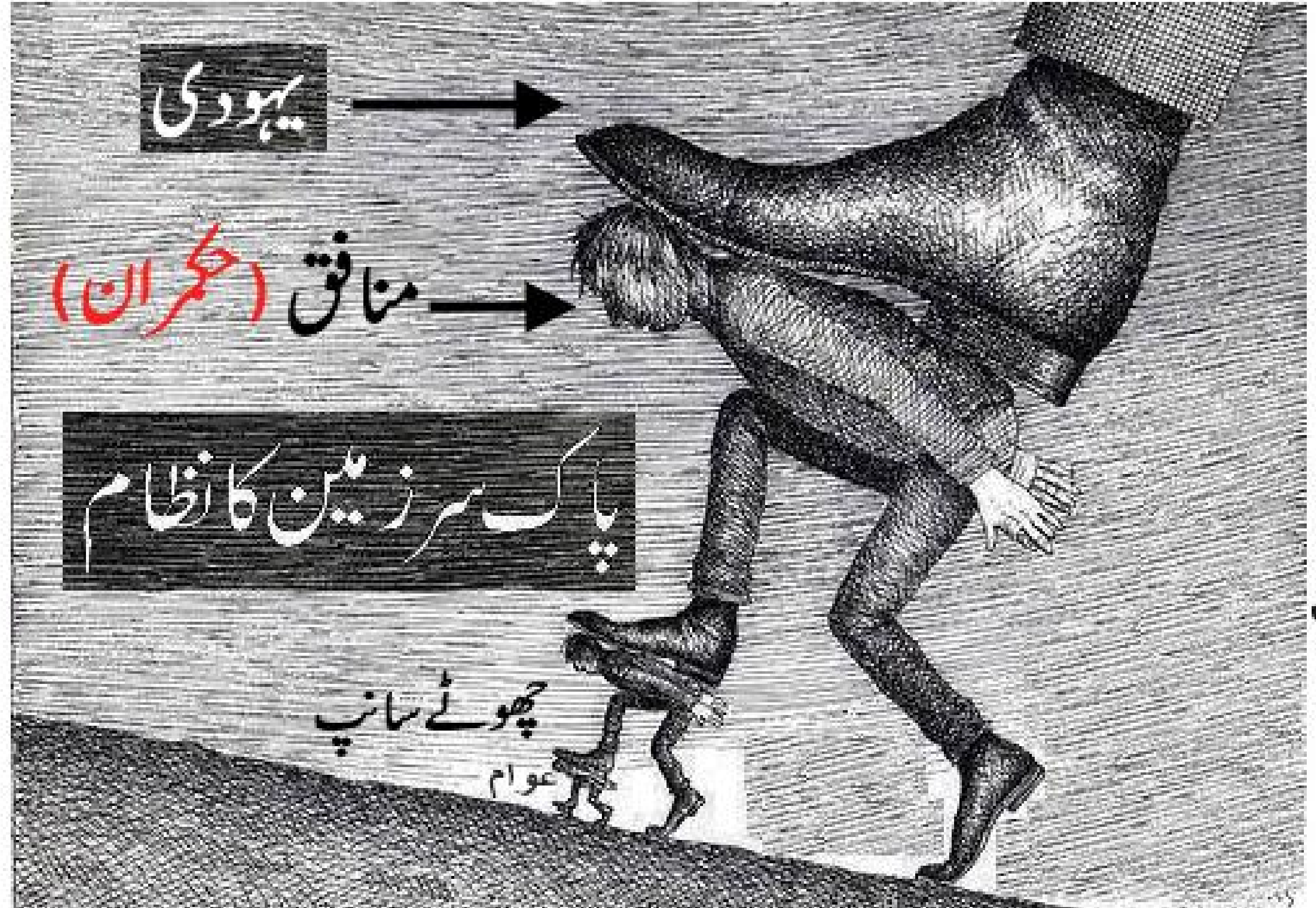
اپنا ڈنڈا

اپنا ہاتھ

اپنی پشت

جمہوریت کا جو حامی ہے حرامی ہے حرامی ہے

لعنتی فرنگی نظام
جمہوریت



کافر نے اس نظام کی خاطر دنیا میں جنگیں کی انسانوں کا قتل عام کیا کر رہا ہے اور کرے گا

ہر پارٹی دی بلّے بلّے ادھے کنجر ادھے دلّے
ووٹراں نوں مارن ٹلّے کنجر ووٹراں دے کجھ نہیں پلّے

مسلمانو ! بچو ووٹ دینے کی لعنت سے . ظلم یہ
کریں گے قیامت والے دن تم بھی ان کی سزا میں
شریک ہو گے کیونکہ تم نے ان کی حمایت کی اور
حدیث شریف کا مفہوم ہے جو ظالم کے راستے سے
کانٹا اٹھائے وہ بھی اس کے ساتھ جہنم جائے گا
دین مبین میں کچھ کمی نہیں جو یہودیوں کا نظام
اپنایا جائے مسلمان کی فکر اپنی اور کافر کی اپنی
لیکن یہاں نام نہاد مسلمان فرنگی کی اتبع کر رہے ہیں

Kaamilislam.weebly.com

تیر PPPP	شیر PML-N
بلا PTI	سائیکل PML-Q
لالٹین ANP	پتنگ MQM
جمہوریت یہودی نظام ہے یہ سب یہودی غلام ہیں	کتاب MMA

❋ فتنے کا ڈر ہو تو دو نشانوں پر مہر لگا کر ووٹ خراب کر دیں

جمہوریت لعنت

آج کا نافذ شدہ نظام، جس میں انسان اپنی خواہشات (اکثریت) کی بنیاد پر قانون سازی کرنے کیلئے آزاد ہے جس کے مطابق وہ زندگی گزارنا چاہتا ہے جو کہ اللہ عزوجل کی شریعت، قرآن کے احکامات اور نبی کریم محمدؐ کی سنت کے بلکل خلاف ہے۔ آج کے معاشی نظام کی بنیاد سود ہے، زنا کی حد منسوخ ہے، چور کی ہاتھ نہیں کاٹے جاتے جو کے اللہ ازواجل کا حکم ہے، معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہے، بہن بیٹی کی عزت محفوظ نہیں، مسلمان ظلم و تشدد کا شکار ہے، سڑکوں اور گلیوں پر امت محمدی کا خون بلا خوف و خطر بہایا جاتا ہے، آئین اور عدلیہ کی بنیاد انڈین اور برطانوی ایکٹ 1935 (کفر) ہے، تعلیمی نظام لادینیت (سیکولرزم) پر مبنی ہے، ان سب کی وجہ انسان کو اپنی مرضی سے قانون سازی کا اختیار ہے جو اسے جمہوری نظام میں حاصل ہے، جمہوریت کیلئے ووٹ ایک شیطانی امانت ہے، آج ضرورت صرف کفر (جمہوریت کو ووٹ) سے انکار کی ہے تاکہ اسلامی نظام کی آواز کو بلند کرکے اسلام کو نافذ کیا جاسکے اس کے برعکس اللہ عزوجل نے اپنے نبی محمدؐ رحمت اللعلمین کے ذریعہ ایک مکمل نظام (دین و شریعت) ہم تک پہنچایا ہے جو کے "نظام خلافت" ہے،

جس کے ذریعہ دنیا میں اسلام کا مکمل نظام ہوتا ہے جو در حقیقت انسانیت کی فلاح اور اللہ ازواجل کی رحمت کا ذریعہ ہے۔

دور حاضر کے فتنے **ٹی وی، ووٹ، اسکول**

جمہوریت لعنت

جمہوریت میں بندے گنے جاتے ہے بلا امتیاز
کیا آپ کی ماں کی سوچ اور کنجری کی سوچ برابر ہے
کیا آپ کے باپ کی سوچ اور نشئی (پوڈری، شرابی، چور، زانی) کی سوچ برابر ہے
اگر سوچ برابر نہیں تو ووٹ کا حق یہودی نے دیا ہے.
یہودی ہمیشہ حقوق کی بات کرتا ہے اس کے پُجاری بھی... (عورتوں کی آزادی....)
کبھی بھی آپ یہودیت پرستوں کو فرائض کی ادائیگی پر زور دیتے نہیں دیکھیں گے.

تری حریف ہے یارب سیاستِ افرنگ
مگر ہیں اُس کے پُجاری فقط امیر و رئیس
بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے
بنائے خاک سے اُس نے دو صد ہزار ابلیس!

علامہ محمد اقبال

ہر پارٹی دی بلّے بلّے ادھے کنجر ادھے دلّے
ووٹراں نوں مارن ٹلّے کنجر ووٹراں دے کجھ نہیں پلّے

مسلمانوں ! بچو ووٹ دینے کی لعنت سے . ظلم یہ
کریں گے قیامت والے دن تم بھی ان کی سزا میں
شریک ہوگے کیونکہ تم نے ان کی حمایت کی اور
حدیث شریف کا مفہوم ہے جو ظالم کے راستے سے
کانٹا اٹھائے وہ بھی اس کے ساتھ جہنم جائے گا
دین مبین میں کچھ کمی نہیں جو یہودیوں کا نظام
اپنایا جائے مسلمان کی فکر اپنی اور کافر کی اپنی
لیکن یہاں نام نہاد مسلمان فرنگی کی اتبع کر رہے ہیں

Kaamilislam.weebly.com

شیر PML-N	تیر PPPP
سائیکل PML-Q	بلا PTI
پتنگ MQM	لالٹین ANP
کتاب MMA	جمہوریت یہودی نظام ہے یہ سب یہودی غلام ہیں

❋ فتنے کا ڈر ہو تو دو نشانوں پر مہر لگا کر ووٹ خراب کر دیں

ہر پارٹی دی بلَے بلَے ادھے کنجر ادھے دَلے
ووٹراں نوں مارن ٹلَے کنجر ووٹراں دے کجھ نہیں پلَے

Kaamilislam.weebly.com

تیر PPPP	شیر PML-N
بلا PTI	سائیکل PML-Q
لالٹین ANP	پتنگ MQM
جمہوریت یہودی نظام ہے یہ سب یہودی غلام ہیں	کتاب MMA

✻ فتنے کا ڈر ہو تو دو نشانوں پر مہر لگا کر ووٹ خراب کر دیں

مسلمانو کو دعوت فکر

مؤمن کے پاس ایمان ہوتا ہے
ایمان > عقل > پہچان > فرق

اللہ عزوجل سے ایمان مانگیں !

کیا مسلمان-کافر، عالم-جاہل، شریف-کمینے، پاک-پلید
آپ کے والدین-نشئی، کنجر، کنجری کی سوچ برابر ہے
فیصلہ آپ خود کریں

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گِنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے !

ووٹ کا حق یہودی درس ہے

مسلمان، کافر، عالم، جاہل، پاک، پلید، آپ کے والدین، نشئی، چور، رنڈی کا ووٹ برابر ہے
جی ہاں یہودی نظام میں سب برابر ہیں لیکن ہر صاحب ایمان دودھ اور شراب میں فرق جانتا ہے دودھ ہی پیتا ہے شراب نہیں

ووٹ شیطانی امانت ہے

جمہوریت کا جو حامی ہے حرامی ہے

VOTE

جمہوریت لعنت

اس راز کو اک مردِ فرنگی نے کیا فاش
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گِنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے

یہاں مَرض کا سبب ہے غلامی و تقلید
وہاں مَرض کا سبب ہے نظامِ جمہوری
نہ مشرق اس سے بَری ہے، نہ مغرب اس سے بَری
جہاں میں عام ہے قلب و نظر کی رَنجوری

ووٹ لڑنے والے، ماننے والے، دینے والے، لینے والے
سب لعنتی یہودی غلام کفر کے حمایتی

ووٹ شیطانی امانت ہے

جمہوریت کا جو حامی ہے حرامی ہے

VOTE

اس راز کو اک مردِ فرنگی نے کیا فاش
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بُندوں کو گِنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے

یہاں مرَض کا سبب ہے غلامی و تقلید
وہاں مرَض کا سبب ہے نظامِ جمہوری
نہ مشرق اس سے بَری ہے، نہ مغرب اس سے بَری
جہاں میں عام ہے قلب و نظر کی رَنجوری

ووٹ قوم کی امانت ہے یا لعنت

جی ہاں آپ کی خواہشات پوری ہو سکتیں ہیں نظام جمہوریت میں چاہے چوری کرو زنا کرو یا سود لو یا دو
نظام جو فرنگی کا ہے جس کا مقصد نفس، شیطان، دنیا کی اتبع۔ فرنگی کا بن غلام اور خوب لے مزا

ووٹ شیطانی امانت ہے

جمہوریت کا جو حامی ہے حرامی ہے

VOTE

جمہوریت لعنت

اس راز کو اک مردِ فرنگی نے کیا فاش
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے

یہاں مَرض کا سبب ہے غلامی و تقلید
وہاں مَرض کا سبب ہے نظامِ جمہوری
نہ مشرق اس سے بَری ہے، نہ مغرب اس سے بَری
جہاں میں عام ہے قلب و نظر کی رَنجوری